﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی إسرائيل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ | جمعہ یکم اپریل ۱۹۹۴ء ○ ۱۹ شوال ۱۴۱۴ھ | شمارہ ۱۳

القرآن الحکیم

وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ۗ وَ هُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٣﴾

اور (تو انہیں کہہ دے کہ) نماز قائم کرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور وہی ہے جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

(الانعام: ۷۳)

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جب کسی مامور کو بھیجتا ہے تو تین ذریعوں سے اس کی سچائی کو ثابت کرتا اور اتمام حجت کرتا ہے۔

اول۔ نصوص کے ذریعہ یعنی شہادتوں سے اتمام حجت کرتا ہے۔

دوم۔ نشانات کے ذریعہ جو اس کی تائید میں اور اس کے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔

سوم۔ عقل کے ذریعہ۔

بعض اوقات یہ تینوں ذریعے جمع ہو جاتے ہیں اور اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سب ذریعے میری سچائی کو ثابت کر رہے ہیں۔

پس نصوص کے لئے یاد رکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری اور مسلم میں جس آنے والے کی خبر دی ہے اس کے لئے یہی فرمایا ہے کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا، چنانچہ بخاری اور مسلم میں منکم کا لفظ موجود ہے کہیں بھی نہیں فرمایا کہ من بنی اسرائیل۔ اور قرآن شریف میں سورہ نور میں استخلاف کے وعدہ میں بھی منکم ہی فرمایا ہے۔ اب بتاؤ کہ قرآن اور حدیث کے نصوص آنے والے کو اسی امت سے ٹھہراتے ہیں یا باہر سے لاتے ہیں۔ اور قرآن شریف یہی زمانہ مسیح موعود کے آنے کا ٹھہراتا ہے۔

دوم نشانات۔ وہ نشانات جو میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور جو میرے ہاتھ پر پورے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے زندہ گواہ اس وقت لاکھوں انسان موجود ہیں۔ میں نے اپنی کتاب نزول المسیح میں ڈیڑھ سو کے قریب نشان لکھے ہیں اور بعض کا میں نے ابھی ذکر بھی کیا ہے تاہم وہ نشان جو میرے لئے ظاہر ہوئے وہ بھی تھوڑے نہیں ہیں۔ اور انسانی طاقت میں یہ نہیں کہ وہ ان باتوں کو اپنے لئے خود جمع کرے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مسیح موعود اس وقت آئے گا جب چھ ہزار سال کا دور ختم ہوگا اور عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک وہ وقت آگیا ہے۔

پھر قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے اور احادیث صحیحہ اس کی تصدیق کرتی ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جس سے اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے ﴿وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ (التکویر: ۵)

اور حدیث صحیح میں ہے «وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا» اب آپ لوگ جانتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بھی ریل تیار ہو رہی ہے۔ اس عظیم الشان پیش گوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک اخبار والے نے لکھا ہے کہ مکہ مدینہ والے بھی یہ نظارہ دیکھ لیں گے کہ اونٹوں کی قطاروں کی بجائے ریل گاڑی وہاں چلے گی۔ قرآن شریف میں جو فرمایا ﴿وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ اس کے متعلق نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ عشار حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں اس لئے یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا تا کہ یہ سمجھ آجاوے کہ اسی دنیا کے متعلق ہے کیونکہ حاملہ ہونا تو اسی دنیا میں ہوتا ہے۔

اسی طرح نہروں کا نکالے جانا۔ چھاپے خانوں کی کثرت اور اشاعت کتب کے ذریعوں کا عام ہونا، اس قسم کے بہت سے نشان ہیں جو اس زمانہ سے مخصوص تھے اور وہ پورے ہوگئے ہیں۔ ایسا ہی کسوف و خسوف کا نشان جو رمضان میں ہوا۔ یہ حدیث اکمال الدین اور دار قطنی میں موجود ہے۔ پھر حج کا بند ہونا بھی نشان تھا وہ بھی پورا ہوا۔ ایک ستارہ نکلنے کی نشانی تھی وہ بھی نکل چکا۔ طاعون کا نشان تھا وہ بھی پورا ہو گیا۔

غرض میں کہاں تک بیان کرتا جاؤں یہ ایک لمبا سلسلہ ہے۔ طالب حق کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

پھر تیسرا ذریعہ عقل ہے اگر عقل سے کام لیا جاوے اور زمانہ کی حالت پر نظر کی جاوے تو صاف طور پر ضرورت نظر آتی ہے۔ غور سے دیکھو اسلام کی حالت کیسی کمزور ہو گئی ہے۔ اندرونی طور پر تقویٰ طہارت اٹھ گئی ہے۔ اور امر و احکام الٰہی کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور ارکان اسلام کو ہنسی میں اڑایا جاتا ہے اور بیرونی طور پر یہ حالت ہے کہ ہر قسم کے معترض اس پر حملہ کر رہے ہیں اور اپنی جگہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کا نام و نشان مٹا دیں۔

غرض جس پہلو سے دیکھو۔ اسلام کمزور ہو گیا ہے۔ وہ اسلام جس میں ایک بھی مرتد ہو جاتا تو قیامت آجاتی۔ اس میں تیس لاکھ مرتد ہو چکا ہے کیا ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۱۰) پورا نہ ہوتا؟ اگر اب اسلام کی خبر نہ لی جاتی تو پھر اور کونسا وقت آنے والا تھا؟

پس از آنکہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

کیا خدا تعالیٰ اس وقت نصرت کرے گا جب یہ نام مٹ جائے گا؟ ایک طرف حدیث میں یہ وعدہ کہ ہر صدی پر مجدد آئے گا مگر اس وقت جو عین ضرورت کا وقت ہے کوئی مجدد نہ آئے؟ تعجب ہے تم کیا کہہ رہے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو وہ زمانہ کہ اس میں متواتر نبی آتے رہے اور یہ امت جو خیر الامت کہلاتی ہے اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے۔ باوجود امت مرحومہ کہلانے کے اس میں جب آئے تو دجال آئے اور پھر ایک دو نہیں تیس دجال۔ گویا خدا کو خطرناک دشمنی ہے۔ وہ اس کو ایسا تباہ کرنا چاہتا ہے کہ نام و نشان نہ رہے۔ افسوس میری مخالفت میں یہ لوگ ایسے اندھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور شوخی اور بے ادبی کرنے سے باز نہیں آتے۔

(ملفوظات جلد چہارم صہ ۱۳۲ تا ۱۳۴)

مسلم ٹائیگرز احمدیہ (M.T.A) ہاکی کلب نے ٹورنامنٹ جیت لیا

(پریس ڈیسک) مسلم ٹائیگرز احمدیہ ہاکی ٹیم نے پچھلے ہفتہ گریوز اینڈ (Gravesend) ٹورنامنٹ جیت لیا۔ شمالی کینٹ کے اس ٹورنامنٹ میں علاقہ کی دس مشہور ٹیموں نے حصہ لیا مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے مسلم ٹائیگرز نے پول کے میچوں میں روچسٹر اور جلنگھم کلب کو دو گولوں سے، ویلکم ہاکی ٹیم کو ایک کے مقابلہ میں دو گولوں سے شکست دی جبکہ پگیز (Piggies) ہاکی ٹیم اور گریوز اینڈ ٹیم کے ساتھ مقابلہ برابر رہا۔

سیمی فائنل میں مسلم ٹائیگرز احمدیہ کا مقابلہ اولڈ آرز (Old R's) کی ٹیم کے ساتھ ہوا جسے ایم۔ ٹی۔ اے نے صفر کے مقابلے میں دو گولوں سے جیت لیا۔ گول علی الترتیب شاہد خان اور ارشد احمدی نے کئے۔

فائنل میچ ایم۔ ٹی۔ اے کا ویلکم ہاکی ٹیم سے ہوا۔ ایم ٹی اے نے یہ میچ بھی صفر کے مقابلہ میں دو گولوں سے جیت کر چیمپئن شپ حاصل کر لی۔ اللھم زد و بارک

جن کھلاڑیوں نے اس ٹورنامنٹ میں حصہ لیا ان کے نام یہ ہیں:-

نوید بھٹی، ارشد احمدی، شاہد خان، فرید احمد، رفیق اینگلفیلڈ، زاہد خان، احسن احمدی، اثر قریشی اور محمود مرزا (گول کیپر)۔

مسلم ٹائیگرز احمدیہ ہاکی ٹیم یکم تا چار اپریل ۹۴ء وے متھ (Weymouth) ہاکی فیسٹیول میں حصہ لے رہی ہے جہاں ان کو چھ میچ کھیلنے ہونگے۔ یاد رہے کہ مسلم ٹائیگرز احمدیہ ہاکی ٹیم اس ٹورنامنٹ کی چیمپئن چلی آ رہی ہے۔

احباب کرام سے کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

سانحہ ارتحال

مکرم چوہدری ہادی علی صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن کی والدہ محترمہ نجم النساء صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری فرزند علی صاحب مرحوم مختصر علالت کے بعد کینیڈا میں ۷ مارچ ۱۹۹۴ء کو رحلت فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحومہ بہت مخلص فدائی خادمہ تھیں۔ آپ کو محلہ دار الرحمت غربی ربوہ میں بطور صدر لجنہ ۳۴ سال تک نہائت کامیاب خدمت کی توفیق ملی۔

مرحومہ ان دنوں اپنے بچوں سے ملاقات کے لئے کینیڈا گئی ہوئی تھیں۔ وہیں دل کی تکلیف ہوئی جس سے آپ جانبر نہ ہو سکیں اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ کی نعش ربوہ لیجائی گئی اور ۱۲ مارچ کو بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

اداریہ

زندہ جماعت

سچا اور زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔ سچے مذہب کی یہ علامت ہے کہ جن برکتوں کی ابتداء میں اس میں تخم ریزی کی گئی تھی وہ تمام برکتیں اور عظمتیں نوع انسان کی بھلائی کے لئے اس میں آخر دنیا تک موجود رہیں تا موجودہ نشان گزشتہ نشانوں کے لئے مصدق ہو کر اس سچائی کے نور کو قصہ کے رنگ میں نہ ہونے دیں کیونکہ وہ مذاہب یا مذہبی جماعتیں جو تازہ نشانات سے عاری ہوں وہ روحانیت سے خالی ہو جاتی ہیں اور ان کے ہاتھ میں صرف خشک الفاظ رہ جاتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"پہلے زمانہ کے نشان دوسرے زمانہ کے لئے کافی نہیں ہو سکتے کیونکہ خبر معائنہ کی مانند نہیں ہو سکتی اور امتداد زمانہ سے خبریں ایک قصہ کے رنگ میں ہو جاتی ہیں۔ ہریک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے ہر ایک نئی دنیا کے لئے نئے نشان دکھلاتا ہے اور ہریک صدی کے سر پر خاص کر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام، نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے اور تمام مخالفوں کو سچائی اور حقیقت نمائی اور پردہ دری کے رو سے ملزم کرتا ہے"۔

(آئینہ کمالات اسلام)

ہمارا یہ ایمان ہے کہ اسلام ایک سچا اور زندہ مذہب ہے اور اس کی برکات ہمیشہ اس کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ہر صدی پر باغ اسلام کی نئے سرے سے آبپاشی کی اور مجددین کو مبعوث فرمایا اور چودھویں صدی اور الف آخر کے سر پر مسلمانوں کو غفلت میں پا کر پھر اپنے عہد کو یاد کیا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ باغ اسلام پر پھر سے تازگی اور بہار آگئی۔ آپ نے تمام مذاہب کو نشان نمائی کے لئے للکارا اور فرمایا کہ:

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمد

چنانچہ آپ کے ہاتھ پر کثرت سے نشانات ظاہر ہوئے یہ نشانات زمین میں بھی ظاہر ہوئے اور آسمان میں بھی۔ اپنوں سے متعلق بھی اور غیروں سے متعلق بھی۔ اللہ تعالیٰ نے کثرت سے آپ کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ پیش از وقت غیب کی باتیں بتلائیں اور پھر بڑی شان سے انہیں پورا فرمایا۔ آپ پر حملہ کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کیا اور بہت سے لوگوں کو الہام اور رویائے صادقہ کے ذریعہ سچائی کی طرف ہدائت عطا فرمائی۔ الغرض اس کثرت سے مختلف نوع کے نشان ظاہر ہوئے کہ یوں لگتا ہے کہ نشانوں کی ایک بارش ہو رہی ہے۔ مگر یہ نشانات صرف آپ کی ذات اور آپ کی زندگی تک محدود نہ تھے بلکہ جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ میں ملک ملک میں یہ نشانات بکثرت پھیلے ہوئے ہیں۔

آج جبکہ ہم جماعت کی دوسری صدی میں داخل ہوئے ہیں ہم ماضی کے روشن نشانات یا واقعات سے ہی اطمینان نہیں پاتے بلکہ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات کے ظہور سے ہمارے ایمانوں کو ایک نئی تقویت نصیب ہوتی ہے اور خلافت حقہ سے وابستگی کے نتیجہ میں ہم آج بھی خدا تعالیٰ کی نصرت و تائید کی تازہ تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ہمارا زندہ خدا آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔

جماعت احمدیہ ایک زندہ جماعت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے نشانوں کے ساتھ نشو و نما پا رہی ہے اور اس کا نشو و نما پانا اور صدق و وفا، نیکی اور صلاحیت، تقویٰ، انفاق فی سبیل اللہ اور محبت الٰہی میں ترقی کرنا اپنی ذات میں ایک بہت بڑا نشان اور اس کے ایک زندہ الٰہی جماعت ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔

"ڈھونڈنے والوں کے لئے اب بھی نشانوں کے دروازے کھلے ہیں جیسا کہ پہلے کھلے تھے اور سچائی کے بھوکوں کے لئے اب بھی خوان نعمت موجود ہے جیسا کہ پہلے تھا"۔

(کتاب البریہ)

احادیث النبی ﷺ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَیْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْ اِذَا اَسَأْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَکَ یَقُوْلُوْنَ: قَدْ اَحْسَنْتَ، فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَ اِذَا سَمِعْتَھُمْ یَقُوْلُوْنَ: قَدْ اَسَأْتَ، فَقَدْ اَسَأْتَ۔

(ابن ماجہ ابواب الزہد باب ثناء الحسن)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کس طرح معلوم ہو کہ میں اچھا کر رہا ہوں یا برا کر رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بڑے اچھے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا طرز عمل اچھا ہے اور جب تم پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم بڑے برے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا رویہ برا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِصَاحِبِہٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِجَارِہٖ۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی الحق الجوار)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں سے وہ ساتھی اچھا ہے جو اپنے ساتھی کے لئے اچھا ہو۔ اور پڑوسیوں میں وہ پڑوسی اللہ کے ہاں بہترین ہے جو اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔

تیرے بغیر

احمدی! اٹھ ہے لب دنیا پہ جاں تیرے بغیر
قالب گیتی ہے بے تاب و تواں تیرے بغیر
چار سو پھرتے نظر آتے ہیں یزداں ناشناس
اہرمن آباد ہے سارا جہاں تیرے بغیر
خندہ زن ہے ظلمت عصیاں خور تقدیس پر
نوحہ زن ہے عظمت کروبیاں تیرے بغیر
رو رہا ہے سر بزانو ہو کے ویرانوں میں دیں
سو رہی ہے قسمت اسلامیاں تیرے بغیر
پھیکی پھیکی سی ہے شمع سرمدی کی روشنی
سونی سونی سی ہے بزم لامکاں تیرے بغیر
غمزدہ ہیں مہر عالمتاب کی رنگینیاں
مضطرب ہے، آسمان ضوفشاں تیرے بغیر

(مصلح الدین احمد راجیکی مرحوم)

تقویٰ کی باریک راہیں

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کے قلم سے)

ایک مسلمان کے لئے پہلا یا ابتدائی راستہ خدا تعالیٰ سے ملنے کا جو شریعت نے تجویز کیا ہے وہ تقویٰ ہے۔ یعنی خدا کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے بچتے رہنا۔ اس سے اگلا اور اعلیٰ راستہ محسن بننے کا ہے۔ یعنی وہ طریقہ جس میں خدا کی محبت اور عشق کی وجہ سے مومن نیکیوں میں ترقی کرتا ہے۔

یہ تقویٰ کا لفظ ہماری جماعت کے بچہ بچہ کی زبان سے سنا جاتا ہے کیونکہ یہ جماعت کی خصوصیات میں سے ہے اور بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ واقعی یہ جنس گرانقدر دنیا میں آج کل اور کسی جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی۔ مگر باوجود اس لفظ کے کثرت استعمال اور کثرت تذکیر کے پھر بھی جو حق اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا تھا وہ ادا نہیں ہوا۔ اور تقویٰ کی باریک راہوں کا تو کیا ذکر، اس کی شاہراہ یا موٹی موٹی راہوں سے بھی بعض لوگ ناواقف نظر آتے ہیں اور یہ صرف اس لئے کہ اجمال تو موجود ہے مگر تفصیل کا علم نصیب نہیں ہوا۔ کیوں نصیب نہیں ہوا؟ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت خلیفة المسیح علیہما السلام کی صحبت زیادہ نہیں ملی اور ان مقدس لوگوں کے طریق عمل کو غور سے نہیں دیکھا گیا اور احمدیت کے لئے صرف بیعت کے ایک خط یا قدرے لٹریچر کے مطالعہ کو مکتفی سمجھ لیا گیا یا زیادہ سے زیادہ جلسہ اور کانفرنس پر حاضر ہونا بالکل کافی خیال کر لیا گیا۔ برخلاف اس کے جس کسی کو یہ سعادت صحبت حاصل ہو گئی اس پر تو پھر خود بخود معرفت کے دروازے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں اور تقویٰ کی موٹی راہوں کو طے کرنے کے بعد باریک راہوں کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو براہ راست اپنی تربیت میں لے لیتا ہے اور ایک رو معرفت اور علم لدنی کی ہر ضروری امر کے متعلق ان کے دل و دماغ میں آسمان کی طرف سے جاری ہو جاتی ہے۔ اور جو امر خلاف تقویٰ ہوتا ہے اس سے انہیں روک دیا جاتا ہے اور جو موافق تقویٰ ہوتا ہے اس کی تحریص یا اجازت مل جاتی ہے۔ اس وقت بندہ کی حالت اس دنیا سے اتنی ارفع اور بلند ہو جاتی ہے کہ دنیا کی عقلوں میں جو اعمال یا خیالات معمولی اور بے ضرر ہوتے ہیں وہ ان میں خطرہ اور ہلاکت دیکھتا ہے۔ اس کی دو کی جگہ چار آنکھیں ہو جاتی ہیں اور ایسی نمائشی نیکی سے وہ اسی طرح بچتا ہے جس طرح عام لوگ گناہ سے پرہیز کرتے ہیں اور اس وقت وہ شخص اس بابرکت وجود کی ظلیت میں داخل ہو جاتا ہے جس نے دعویٰ کیا تھا کہ

من تربیت پذیر ز رب مہیمن ام

مگر اس حالت یا اس سے بڑھ کر کیفیات سے پہلے بھی ایک مبتدی متقی انسان کی خود اپنی بصیرت بہت روشن ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس کا فہم خدا کی رضامندی کی راہوں میں بہت تیز ہو جاتا ہے اور جو باتیں عرفاً بے عیب اور مخلوقات میں علی الاعلان دائر و سائر نظر آتی ہیں وہ ان سے بچنے لگتا ہے۔ صرف اس لئے کہ اس کے اندر مصنوعی تقویٰ نہیں بلکہ حقیقی تقویٰ کی وہ روح موجود ہوتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ

یعنی اگر تم بکوشش تقویٰ کو اختیار کر لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری تعلیم کو براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور پھر تم گمراہ نہیں ہو سکو گے سو وہ حالت اس کو میسر آ جاتی ہے۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کو تفصیلی عقلی دلائل اور براہین کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے کے بھی معلوم ہو جائیں۔ البتہ اتنا ضرور ہو جاتا ہے کہ متقی کو امر جائز اور امر ناجائز میں تمیز کرنے کی حس ہو جاتی ہے اور وہ ایک اچھے کام کو ایک برے کام سے اسی طرح الگ کر دیتا ہے جس طرح ایک جوہری سچے موتیوں کو جھوٹے موتیوں سے۔ اور ایسا انسان خدا تعالیٰ کی نافرمانی کو بظاہر عمدہ اعمال کے اندر اسی طرح سونگھ لیتا ہے جس طرح ہم مردار کی بد بو کو۔

اب میں اصلی مطلب کی طرف آتا ہوں۔ وہ یہ کہ مثالوں سے تقویٰ کی بعض باریک باتوں کا ذکر کروں جن سے شائقین کو کچھ علم اس راہ کا ہو۔ حقیقۃ یہ باتیں بہت باریک نہیں مگر مبتدیوں کے سمجھنے کے لئے میں ان کو باریک ہی کہوں گا۔ کیونکہ موٹے گناہ تو عموماً قتل، چوری، زنا اور جھوٹ ہی سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ اوپر چل کر خود انہی گناہوں کی اتنی قسمیں اور اتنی شاخیں ہو جاتی ہیں کہ عام آدمی ان کو تمیز نہیں کر سکتا کہ یہ کوئی گناہ بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ باریک در باریک قسمیں انہی باتوں کی دنیا میں اس قدر رائج ہو گئی ہیں کہ سوسائٹی میں ان کو معیوب بات خیال ہی نہیں کیا جاتا بلکہ وہی شخص عقلمند، زیرک اور دوراندیش مشہور ہو جاتا ہے جو ایسے باریک گناہ دل کھول کر کرتا ہے اور ایسے ایسے طریقے ایجاد کرتا رہتا ہے کہ وہ ان پر زیادہ سے زیادہ کامیابی سے عمل کر سکے۔ قرآن مجید نے گناہوں کی ان باریک قسموں کی طرف کنایتاً ایک اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتا ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

یعنی نہ صرف ظاہری فحشاء سے بچو بلکہ ان بے حیائیوں سے بھی بچتے رہو جو باریک اور مخفی اور دل کے اندر کے خانوں میں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ نہ صرف انسان کے آلات تناسل ہی زنا کرتے ہیں بلکہ اس کی آنکھ بھی زنا کرتی ہے، اس کے کان بھی زنا کرتے ہیں، اس کے پیر بھی زنا کرتے ہیں، اس کا دل بھی زنا کرتا ہے۔ غرض اس حدیث میں ایک مشہور اور موٹے گناہ کی شاخوں اور باریک راستوں کو بھی واضح کر کے بتایا گیا ہے۔

اسی طرح اور گناہوں کا حال ہے۔ چنانچہ جس طرح کسی کے ہاں نقب لگا کر اس کا زیور نکال لینا چوری کہلاتا ہے اسی طرح ایک احمدی طالب علم کے نزدیک امتحان کے پرچہ میں نقل کر لینا بھی چوری ہے۔ اور جس طرح رسہ گلے میں ڈال کر پھانسی سے مر جانا خودکشی ہے اسی طرح ایک احمدی متقی بیمار کے نزدیک غذا کی ایسی بدپرہیزی کر لینا جس سے بیماری کے بڑھ جانے کا یقینی خطرہ ہے ایک قسم کی خودکشی ہے۔ اور جس طرح کسی انسان کا قتل کر دینا دنیاداروں کے نزدیک ایک خوفناک جرم ہے اسی طرح ایک احمدی خاوند کے نزدیک بے ضرورت شرعی برتھ کنٹرول پر عمل کرنا بھی اسی ضمن میں ایک گناہ ہے۔ علیٰ ھذا القیاس اگر زنا کرنا ایک موٹے فہم کے مسلمان کے نزدیک الٰہی نافرمانی ہے تو ایک احمدی نوجوان کے نزدیک علاوہ حلال اور جائز طریقہ کے کسی اور طرح سے اپنی شہوت کو پورا کرنا بھی زنا کے حکم میں داخل ہے۔

پس تقویٰ کی باریک راہوں پر عمل کرنے کے یہ معنی ہونگے کہ ان گناہوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے خوف کی وجہ سے چھوڑ دینا جو زیادہ باریک ہیں اور سرسری موٹی نظر والوں یا اہل ظاہر کو نظر نہیں آتے اور جن کی بابت دنیاوی عقل تو جواز کا فتویٰ دے سکتی ہے مگر متقی کا ضمیر ان کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔ یاد رہے کہ یہ باتیں عام لوگوں کو صرف اتنا بتا دینے سے سمجھ میں نہیں آجاتیں کہ تم قتل نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو اور جھوٹ نہ بولو بلکہ اس وقت سمجھ میں آتی ہیں جب کچھ باریک تفاصیل بھی ان کو سمجھائی جائیں۔ کیونکہ جس قدر علم انسان کے دماغ میں امثلہ اور تفاصیل سے داخل ہوتا ہے اتنا کبھی مجمل بیانات سے داخل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک ہی بات کو کئی کئی پیرایوں میں اور نئے نئے سیاق و سباق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کی مختلف شاخوں کو مختلف طریقوں سے واضح کیا گیا ہے۔

اس تمہید کے بعد اب میں چند نمونے متقیانہ افعال و اعمال کے بیان کرتا ہوں اور مزید تفاصیل خود ناظرین کے اپنے غور و فکر کے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔

پہلی مثال

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک دفعہ کشمیر تشریف لے گئے۔ ریچھ مارنے کا لائسنس لیا ہوا تھا۔ دوران سفر میں ایک جگہ فروکش ہوئے جہاں احمدیوں کی آبادی تھی۔ وہاں حضور شکار کے لئے ایک پہاڑی جنگل میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے ہانکا شروع کیا۔ ایک مشک والا ہرن ہانکے سے نکلا اور بالکل سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ رائفل حضور کے کندھے کے ساتھ لگی ہوئی تھی اور نالی شکار کی طرف۔ ہمراہی بے قرار تھے کہ ایسا عجیب نایاب شکار سامنے کھڑا ہوا ہے کیوں فائر نہیں کیا جاتا۔ حضور نے ایک دم رائفل نیچی کر لی۔ وہ ہرن بھاگ گیا۔ فرمایا کہ اس کا خاص لائسنس نہ ہونے کی وجہ سے میرے لئے فائر کرنا جائز نہ تھا۔ گھر واپس ہونے پر بعض لوگ جو ساتھ تھے کہنے لگے کیسا عمدہ شکار سامنے آیا تھا ہم تو کبھی ایسے عمدہ شکار کو نہیں چھوڑا کرتے۔ اگر ایسی احتیاطیں کرنے لگیں تو بس شکار ہو چکا..... مگر ان بے چاروں کو معلوم نہ تھا کہ اگر ایسی احتیاطیں نہ کی جائیں تو بس تقویٰ ہو چکا۔

دوسری مثال

میرے ایک بزرگ ہیں ان کے پاس رفتہ رفتہ ۹۰ کے قریب کھوٹے روپے جمع ہو گئے جن میں کچھ تو ایسے کھوٹے تھے جن کا ایک حصہ چاندی کی وجہ سے قابل فروخت تھا۔ اور کچھ ایسے تھے جو محض مصنوعی اور ناکارہ تھے۔ انہوں نے ناکارہ تو سب تالاب میں پھینک دئے اور جو دوسرے تھے وہ بکنے بھیج دئے اور لے جانے والے سے کہہ دیا کہ انہیں کسی سنار کے ہاتھ فروخت کر کے انہیں اپنے سامنے اسی سے کٹوا دینا تا کہ پھر بطور سکہ نہ چلائے جا سکیں۔ سنار نے یہ بات مان کر ان کو خرید لیا اور مقررہ قیمت ادا کر دی۔ لیکن جب ان کے ملازم نے کاٹنے کا مطالبہ کیا تو سنار لڑنے لگا کہ جب میں نے مول لے لئے ہیں تو اب تمہارا کیا کام، میں ان کو ثابت ہی بیچ لوں گا۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ آخر واپس لے لئے گئے۔ اس پر سنار نے کہا کہ اچھا میں اس شرط پر کاٹوں گا کہ ان کی قیمت اتنی کم کر دو۔ یہ بات انہوں نے فوراً مان لی اور بہت تھوڑی رقم معاوضہ میں لے لی مگر ایک ایک روپیہ کٹوا کر چھوڑا۔ حالانکہ عام لوگ اول تو کھوٹا روپیہ خود ہی کوشش کر کے چلا دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کسی ہوشیار آدمی کی معرفت اس کو بازار میں چلوا دیتے ہیں یا دلالوں کے ہاتھ کچھ کم قیمت پر بیچ دیتے ہیں کہ آگے وہ اسے چلالیں۔ اور بعض ظالم تو جیب میں یا دکان میں ہر وقت کھوٹے روپے تیار رکھتے ہیں جب کوئی سادہ طبع دیہاتی سودا خریدنے آجاتا ہے تو اس کا اچھا روپیہ لے کر چالاکی سے اپنا خراب روپیہ اسے دیکر کہتے ہیں بھائی صاحب آپ کا روپیہ ٹھیک نہیں اسے بدل دیجئے۔ غرض یہ فرق ہے متقی اور غیر متقی میں۔ ایک ان میں سے نعوذباللہ خدا کو اندھا سمجھتا ہے اور دوسرا اسے بینا یقین کرتا ہے۔ پس کیا تم یقین کر سکتے ہو کہ خدا کو اندھا سمجھنے والا اس کی ذات سے کوئی روحانی فیضان

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

حاصل کر سکتا ہے۔

تیسری مثال

ایک شخص کو ڈاک میں ایک خط ملا۔ اتفاقاً اس کے ٹکٹ پر مہر لگانا یا تو ڈاکخانہ والا ہی بھول گیا یا لگائی تو کوئی نقش مہر نمودار نہ ہوا۔ غرض ٹکٹ بالکل کورا رہا۔ اس شخص کے لڑکے نے وہ ٹکٹ اتار کر اس سے کہا ابا جان دیکھئے یہ ٹکٹ پھر استعمال ہو سکتا ہے۔ اس نے لڑکے سے ٹکٹ لے کر پھاڑ کر پھینک دیا کہ اب ہمارے لئے اس ٹکٹ کا دوبارہ استعمال ناجائز ہے۔ کوئی غیر متقی ہوتا تو اس ٹکٹ کا استعمال نہ صرف جائز سمجھتا بلکہ اپنی ایسی ہوشیاری کو فخریہ بیان کرتا۔

چوتھی مثال

متقی اور غیر متقی دونوں بازاروں میں اور عام گزرگاہوں اور مجمعوں میں عورتوں کی طرف سے اپنی نظر نیچی رکھتے ہیں۔ مگر جب کسی تنہا جگہ کوئی عورت منہ کھولے ہوئے گزرے جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو غیر متقی خدا کی طرف سے غض بصر کر کے اس عورت کی طرف ارادی نظر ڈال لیتا ہے مگر متقی ہر ایسے موقع پر زیادہ قوت کے ساتھ غض بصر پر عمل کرتا ہے کیونکہ اس کو وہ عورت اکیلی سامنے نظر نہیں آتی بلکہ اس عورت کے پیچھے ایک اور وجود بھی ساتھ نظر آتا ہے جسے خدائے علیم و بصیر کہتے ہیں۔

پانچویں مثال

ایک احمدی دوست تھرڈ کلاس میں سفر کر رہے تھے۔ راستہ میں ان کے ایک ملنے والے ریل میں مل گئے جو سیکنڈ کلاس میں تھے۔ انہوں نے انہیں بلا لیا اور ایک دو سٹیشن تک وہ ان کے ساتھ ہی سیکنڈ کلاس میں سوار چلے گئے پھر اپنے ڈبہ میں آ گئے۔ سفر ختم ہوا اور وہ صاحب ٹکٹ دے کر باہر چلے گئے۔ گھر آکر حساب کر کے انہوں نے وہ رقم جو ان دو سٹیشنوں کے درمیان سیکنڈ اور تھرڈ کے کرایہ کا فرق تھا ایجنٹ این۔ ڈبلیو۔ آر۔ کے نام بھیج دی اور لکھ دیا کہ ایک ضرورت کی وجہ سے اپنے سفر میں دو سٹیشن تک سیکنڈ کلاس میں سفر کر لیا تھا یہ اس کا کرایہ ارسال ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ تھرڈ کلاس کے مسافر کا ۲۵ سیر سے زیادہ وزن ارادۃً بغیر تلوائے اور کرایہ ادا کئے ریل میں لے جانا اور بغیر اجازت اسٹیشن ماسٹر کے یا پلیٹ فارم ٹکٹ خریدنے کے سوا اندر پہنچ جانا اور ہوشیاری کے ساتھ سٹیشن کو دوسری طرف سے طرف نکل جانا ایسے افعال ہیں جن سے ایک متقی شرماتا ہے۔

چھٹی مثال

ایک ماسٹر صاحب تھے۔ وہ باوجود اس سرکاری حکم کے کہ ٹیوشن بغیر اجازت ہیڈ ماسٹر کے نہ لی جایا کرے خود خفیہ خفیہ ایسی ٹیوشن لے لیا کرتے تھے۔ ایک شاعر جو کسی اور شاعر کے شعر اپنی غزل میں اپنا کر ملا لیتے تھے، یا ایک مصنف صاحب جو دوسروں کی تصنیف کو اپنے مضامین میں بلا تسلیم کرنے مصنف کے نام کے شامل کر لیا کرتے تھے، ایک بارسوخ طالب علم جو کسی امتحان کے پرچہ کا ناجائز طور پر چند روز پہلے پتہ لگا لیا کرتے تھے، ایک وکیل صاحب جو پورا محنتانہ لے کر بھی پیشی کے وقت غیر حاضر ہو جایا کرتے تھے، ایک ڈاکٹر صاحب جو خصوصاً نوجوان عورتوں کو طبی مشورہ کے وقت سینہ بین لگا کر اچھی طرح ٹھونک بجا کر دیکھنا لازمی سمجھتے تھے، ایک صاحب جو بغیر جائز حق کے دوسروں کا مضمون پڑھ لیا کرتے تھے، ایک ملاجی جو لوگوں کے سامنے مسجد میں تو بہت سنوار سنوار کر نماز پڑھتے تھے مگر اکیلے میں وہ بات ان سے صادر نہ ہوتی تھی، ایک پیشہ ور (مثلاً درزی، سنار، لوہار) جو وعدہ کر کے پھر اس وعدہ پر اپنا کام پورا کر کے نہیں دیتے تھے، ایک ملازم جو اپنی تنخواہ کے وقت تو پوری رقم کا مطالبہ کرتے تھے مگر خود کام کرنے کے وقت باریک محاسبہ نہیں رکھتے تھے کہ آیا میں معاہدہ کے مطابق چل رہا ہوں یا کچھ غفلت کر رہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ایسے سب لوگ دنیاداروں کی نظروں میں خواہ بڑے ہوشیار کہلائیں مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ متقی ہونے کا طرہ امتیاز نہیں پا سکتے۔ متقی وہی ہے جو ایسے کام نہیں کرتے اور پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔

ساتویں مثال

ایک شخص جو شہوانی خیالات کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور نامحرموں کے حسن و شمائل میں اپنے دل کو مشغول رکھتا ہے یا اپنے بکس میں حسین عورتوں کی تصاویر خزانہ آرٹ کہہ کر مقفل کر کے رکھتا ہے یا ہمسایہ کی گریموفون میں کسی عورت کے گانے کی آواز کو مزے لے لے کر سنتا ہے یا مرد اور حسین لڑکوں سے بلا ضرورت صاحب سلامت اس لئے رکھتا ہے کہ ان کا قرب اسے کچھ لطف دیتا ہے، یہ اور ایسی ہزاروں باتیں تقویٰ کی جڑ کو کاٹ ڈالنے والی ہیں۔ گو وہ آجکل کی تہذیب کا ایک جزو اعظم بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح ایک ایسا شخص جو جسمانی صفائی سے لاپرواہ ہے، اس کے جسم سے بدبو آتی ہے اور اس کے کپڑے گندے رہتے ہیں، ناپاک چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا، اپنے دانت صاف نہیں رکھتا جس کی وجہ سے اس کے منہ سے بدبو آتی ہے۔ کچا لہسن یا پیاز یا مولی یا ہینگ کھا کر مسجد میں آجاتا ہے اور نمازیوں کو ایذا دیتا ہے کوئی قابل تعریف متقی نہیں۔

آٹھویں مثال

وہ شخص جو اپنے جسم کو خدا کی امانت نہیں سمجھتا اور اپنی صحت اور قویٰ کو خدمت دین کے لئے درست رکھنے کی طرف سے لاپرواہی کرتا ہے، عادی بدپرہیز ہے، جائز اور حلال لذتوں میں منہمک رہتا ہے، وقت جیسے قیمتی متاع کو ضائع کرتا ہے، بہت ہنستا ہے، غربت، بیماری یا زمانہ کی شکایت کرتا رہتا ہے، یا اکثر رنجیدہ رہتا ہے اور جماعت پر عموماً بدظن رہتا ہے، خشک مزاج ہے، معمولی تکلیف پر بے صبری ظاہر کرتا ہے، اور تھوڑی نعمت کو حقیر سمجھ کر اس کا شکر ادا نہیں کرتا وہ ابھی تقویٰ کی باریک راہوں سے دور ہے چہ جائیکہ باریک تر اور باریک ترین راہوں کا واقف سمجھا جائے۔

نویں مثال

ایک شخص جو کسی بری بات کو اس لئے چھوڑتا ہے کہ لوگ اس بات کو برا سمجھتے ہیں وہ اس بات میں متقی نہیں ہے۔ بلکہ متقی وہ ہے جو ترک معاصی صرف خدا تعالیٰ کے خوف سے کرے یعنی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، وہ علیم بذات الصدور ہے، وہ سب سے زیادہ محبت اور عزت کے قابل ہے، اس نے اس بات کو ناجائز قرار دیا ہے کہ اگر میں یہ کام کروں گا تو اس ذات والا صفات سے میرا تعلق کم ہو جائے گا۔ اس یقین کی وجہ سے کسی گناہ کی بات سے پرہیز کرنے والا اصل متقی ہے۔ بدی کو بدی سمجھ کر ترک کرنا یا نیکی کو نیکی کی وجہ سے اختیار کرنا یہ دہریوں اور یورپین فلاسفروں کا کلیہ ہے جسے ایک مسلمان فلاسفر کسی صورت میں قبول نہیں کر سکتا۔ مسلمان اگر بدی سے بچتا ہے تو صرف خدا کے خوف کی وجہ سے اور نیکی کرتا ہے تو صرف خدا کی محبت کے سبب سے نہ کہ دہریوں کی طرح اپنے دنیاوی فائدے کے لئے یا اپنے نفس کو لطف اور لذت دینے کے لئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے کھانے پینے کی اشیاء کی طرح نیکی کے اندر بھی ایک بڑی لذت رکھی ہے۔

دسویں مثال

ایک لیکچرار لیکچر دے رہا تھا، اس نے اپنا مضمون خوب تیار کیا اور خوب اچھی طرح پورا سنا دیا مگر خاتمہ پر حاضرین سے اس نے یہ کہا "صاحبان وقت تنگ ہو گیا ہے میری طبیعت اچھی نہیں اس لئے میں اس مضمون کو پورا تیار نہیں کر سکا اور اب بھی اس کا بہت سا حصہ باقی ہے (حالانکہ اس کے ذہن میں قطعاً کوئی حصہ باقی نہیں ہے اور اس نے تیاری بھی پوری کر لی تھی) مجبوراً اپنا لیکچر ختم کرتا ہوں اور آپ سے رخصت ہونے کی اجازت چاہتا ہوں"۔ یہ فقرہ ایک باریک بین متقی کبھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ تو ان الفاظ کو غلط اور ناجائز جان کر ان سے اجتناب کرے گا۔

گیارھویں مثال

چونکہ بعض گناہ صرف دل سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اپنے دل میں کسی کی نسبت مخفی حقارت، بدظنی، عداوت یا نفرت رکھنا، جسمانی نقائص، ذات اور قوم کے سبب سے یا علم و عقل اور مال و دولت کی کمی کی وجہ سے کسی کو ادنیٰ اور ذلیل سمجھنا۔ کسی کا قصور معاف کرنے کے بعد بھی اس سے کدورت رکھنا، بدخواہی، چغلی یا عیب چینی کرنا، گاہے بگاہے ریاکاری کا مظاہرہ لوگوں کے سامنے کرتے رہنا۔ تمسخر یا دلآزاری یا طعن کی صورت میں کسی سے بظاہر اچھا کلام کرنا۔ ایسی مجلسوں میں دلچسپی محسوس کرنا جہاں خدا رسول کے ارشادات کے مخالف باتیں یا دین پر مخفی استہزاء ہوتا ہو۔ علم کو اپنی نفسانی بڑائی کا ذریعہ بنانا۔ دین کی آڑ لے کر ایسی حرکت کرنا جو مومن کے وقار کے شایان شان نہ ہوں مثلاً نماز کے سامنے سے گزرنے والے کو بجائے ہاتھ کے اشارے سے روک دینے کے دو قدم آگے بڑھ کر اس زور اور اس جوش سے چھاتی میں مکا مارنا کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ جائے۔ نفس کے تمام سفلی جذبات اور کج اخلاقیوں پر نظر رکھنا اور جس بات میں ذرا بھی شبہ ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے اس کے ترک کرنے میں غفلت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں باریک باریک بین متقیوں کی شان سے بعید ہیں۔

محسن حقیقی کو پسند آنے والی ادائیں

ممکن ہے کہ بعض لوگ ان سطور کو پڑھ کر ہنس دیں کہ یہ معمولی اور عامیانہ باتیں ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہی وہ ادائیں ہیں جن کو محسن اصلی پسند فرماتا ہے اور یہی وہ تقویٰ کی آن ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے انعام اس قدردان حقیقی کی درگاہ سے عطا ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ کیفیت ہے کہ جس کا نتیجہ کبھی بھی نقصان کی شکل میں ظاہر نہیں ہوتا بلکہ ایسا انسان دین اور دنیا دونوں میں ہمیشہ فائدہ میں رہتا ہے کیونکہ تقویٰ کا نتیجہ نہ صرف آخرت میں مغفرت اور جنت ہے بلکہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے متقی کو علم و معرفت، مصائب سے نجات اور غیبی رزق کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ اس نے خود ہی کہا ہے کہ:

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا

دیکھو میں ذرا سے باریک تقویٰ پر ایک عظیم الشان اجر ملنے کا نظارہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ بعض لوگوں کے اصرار پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے کسی اخلاقی مسئلہ میں مباحثہ کا ارادہ کیا۔ لیکن بحث سے پہلے جب ان کے متعلقہ عقائد تفصیل سے سنے تو فرمایا کہ مولوی صاحب کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو اور خالصۃً للہ اس بحث کو ترک کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسی رات خداوند کریم نے اپنے الہام میں اس ترک بحث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ:

"تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ ناظرین کے لئے یہ چند نمونے بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر ارادہ اور ہر عمل کے وقت تقویٰ اور غیر تقویٰ کی بحث آ پڑتی ہے اور انسان کو اپنی ہر حرکت اور سکون پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے۔ تب ایسا ہوتا ہے کہ اس کی زندگی پر ایک تغیر آ جاتا ہے اور وہ ایک نئی زندگی اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور اس کا پرانا وجود مر کر ایک نیا وجود اس کی جگہ قائم ہو جاتا ہے اور یہی تقویٰ کا مقصد ہے۔

آخر میں ایک یہ بات بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ جو ہمیں بظاہر نیک اور متقی نظر آتے ہیں ان کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم تو ٹھگوں کی ہے جو حقیقتاً بد ہیں اور نیکی دکھا کر لوگوں کو دھوکہ دینا اور ٹھگنا ان کا پیشہ ہے۔

دوسری قسم ان کی ہے جو دنیا کو خوش رکھنے کے لئے معروف قسم کی نیکیاں کرتے رہتے

بقیہ صفحہ ۱۴

SUPPLIERS OF FROZEN AND FRIED
MEAT SAMOSAS, VEGETABLE SAMOSAS,
CHICKEN SAMOSAS & LAMB BURGERS
PARTIES CATERED FOR
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882 MOBILE: 0860 418 252

خطبہ جمعہ

یہ عظیم دور ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں۔ پس خدا کے شکر کے گیت گاتے ہوئے اس کی حمد و ثناء کرتے ہوئے، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ کوئی نہیں جو تمہاری راہ روک سکے۔

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۹۴ء مطابق ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۴ ہجری قمری / ۱۱ امان ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ‹بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*›

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾

ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳﴾

وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۵﴾

(سورۃ جمعہ آیات ۱ تا ۵)

رمضان مبارک میں ایک لمبے انتظار کے بعد بالآخر وہ جمعہ جسے جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے آ ہی جاتا ہے۔ لمبا انتظار اس لحاظ سے کہ وہ لوگ جنہیں نمازوں کی عادت نہ ہو، جنہیں جمعہ پہ جانے کی عادت نہ ہو، جنہیں روزے رکھنے کی عادت نہ ہو، ان کے لئے تو سال بھر میں یہ ایک ہی جمعہ ہے جو ان کے لئے سب قسم کی خوشیوں اور برکتوں کا پیغام لے کر آتا ہے۔ پس سارا سال اس جمعے کا انتظار کرتے ہیں اور پھر رمضان مبارک میں اس جمعے کا انتظار کرتے ہیں اور اس کا نام جمعۃ الوداع رکھا ہوا ہے۔ یعنی رخصت ہونے والا جمعہ یا رخصت کرنے والا جمعہ۔ اسی طرح بالآخر وہ جمعہ آیا کہ رمضان رخصت ہوا اور رمضان کے نتیجے میں جو پابندیاں عائد ہوئی ہیں ان پابندیوں سے گویا چھٹکارا نصیب ہوا۔ ایک یہ وہ تصور ہے جو عامی تصور ہے اور ایک وہ تصور ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمارے سامنے پیش فرمایا کہ رمضان مبارک میں ہتھکڑیاں تو لگتی ہیں مگر شیطان کو۔ پابندیاں تو عائد ہوتی ہیں مگر شیطان پر۔ اور مومن کے لئے تو یہ جنتوں کی خوشخبریاں لے کر آتا ہے۔ یہ دو متقابل، متصادم تصورات ہیں جو جب سے اسلام آیا ہے اسی طرح، اگر آغاز سے نہیں تو کچھ عرصے کے بعد مسلسل رائج چلے آ رہے ہیں۔

جمعۃ الوداع کے متعلق جو یہ تقدس کا تصور ہے یہ میں نہیں جانتا کب سے شروع ہوا۔ لیکن جمعۃ الوداع کے تقدس کا جو تصور ہندوستان اور پاکستان اور دنیا کے دوسرے علاقوں کے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اس کی تاریخ بہت گہری دکھائی دیتی ہے ایک لمبے عرصے سے روایتاً اس تقدس کے قصے چل رہے ہیں۔ اس خیال سے میں نے سوچا کہ اس دفعہ جب رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع پر آپ سے بات کروں تو احادیث میں سے اس جمعے کی برکتوں کا ذکر نکال کر بطور خاص تحفۃً آپ کے سامنے پیش کروں۔ لیکن بہت علماء بٹھائے، بہت کتابیں حدیثوں کی دیکھیں اشارۃً بھی کہیں جمعۃ الوداع کا ذکر نہیں ملتا۔ جمعہ کی برکتوں سے متعلق مضامین احادیث میں بکثرت ملتے ہیں۔ لیکن ہر جمعے کی برکت سے متعلق وہ مضامین ملتے ہیں۔ مگر یہ تصور کہ گویا مسلمان ایک آخری جمعے کا انتظار کر رہے ہوں اور اس جمعے میں برکتیں ڈھونڈنے کے لئے بے چین اور بے قرار ہوں یہ تصور احادیث نبویؐ میں، سنت میں، کہیں اشارۃً بھی مذکور نہیں۔

ہاں آخری عشرہ کی برکتوں کا ذکر بہت کثرت سے ملتا ہے اور جمعہ کی برکتوں کا سارے سال میں، جہاں بھی جب بھی جمعہ آئے، اس کی برکتوں کا ذکر ملتا ہے۔ پس یہ بات میں آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مسلمان بھائی خواہ وہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے، جن کو بدنصیبی سے نماز پڑھنے کی عادت نہیں، جو سال میں ایک ہی مقدس دن کی تلاش میں تھے اور آج اس دن کی خاطر غیر معمولی طور پر مساجد میں اکٹھے ہوگئے ہیں ان تک یہ میری آواز پہنچے گی اور آج پہنچے گی۔ پھر شاید نہ پہنچے کیونکہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ دوبارہ ان کو پھر مسجدوں میں آنے کی توفیق ملتی ہے کہ نہیں۔ لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ان کو بتاتا ہوں کہ جمعۃ الوداع کا کوئی خاص تقدس نہ قرآن میں مذکور ہے نہ احادیث میں مذکور ہے۔ نہ سنت سے ثابت ہے نہ صحابہ کرامؓ کے عمل سے بعد میں ثابت ہے۔ پس جس دن کا آپ نے انتظار کیا تھا وہ تو اس پہلو سے خالی نکلا۔ لیکن جمعۃ المبارک کے تقدس کا بہت ذکر ملتا ہے۔ قرآن میں بھی ملتا ہے۔ احادیث میں بھی ملتا ہے۔ اور یہ ہر جمعہ ہے جو ہر ہفتے آپ کے سامنے آتا ہے۔ اس کے علاوہ نمازوں کے تقدس کے ذکر سے تو قرآن بھرا پڑا ہے۔ جمعۃ الوداع تو سال میں ایک دفعہ آتا ہے۔ جمعۃ المبارک ہر ہفتے آتا ہے اور نماز دن میں پانچ مرتبہ آتی ہے۔ اور اس پانچ مرتبہ آنے والی چیز کا اس کثرت سے قرآن میں ذکر ہے کہ کسی اور عبادت کا اس طرح ذکر نہیں ہے۔ تو برکتوں سے بھرا ہوا نیک اعمال کا خزانہ ہے اس سے تو منہ موڑ لیتے ہو اور سارا سال ایک جمعے کا انتظار کرتے ہو۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس جمعے کی کوئی اہمیت کہیں مذکور نہیں تو کم سے کم اس جمعے سے یہ برکت تو حاصل کر جاؤ۔ یہ جان لو کہ عبادت ہی میں برکت ہے۔ عبادت ہی میں خدا تعالیٰ کے فضل ہیں۔ عبادت ہی سے اس کی رضا وابستہ ہے۔ عبادت ہی سے دنیا کی خیر اور آخرت کی خیر وابستہ ہے۔ اور مومن کے لئے عبادت ہر روز پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ روز مرہ کی زندگی میں جب آپ مساجد کے پاس سے گذرتے ہیں تو اکثر آپ دیکھتے ہیں کہ مساجد بہت بڑی ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے بے وجہ اتنی بڑی مساجد بنا دی گئی ہیں۔ لیکن آج وہ دن ہے جب آپ کسی مسجد کے پاس سے گذر کے دیکھیں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ مسجدوں سے نمازی چھلک چھلک کر باہر آگئے ہیں۔ گلیاں بھر گئی ہیں۔ بعض بازار بند کرنے پڑے ہیں۔ لاہور ہو کراچی ہو یا دنیا کے اور بڑے بڑے شہر، وہاں مساجد کے باہر جو بازار یا ملحقہ گلیاں ہیں وہاں بعض دفعہ دیکھیں گے کہ سائبان لگائے گئے ہیں اور جگہ جگہ بلاک کر کے سڑکوں کو بند کیا گیا ہے کہ آج یہاں نمازی نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ وہ نمازی ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ کو توقع ہے کہ ہر روز پانچ وقت جہاں مسجد میسر آئے وہاں جا کر نماز پڑھیں گے۔ اب اس سے آپ اندازہ کریں کہ ایک وہ تصور ہے جو قرآن اور سنت کا ہے عبادتوں کے متعلق، رحمتوں اور برکتوں کے متعلق، رضوان اللہ کے متعلق اور ایک وہ ہے جو عام دنیا میں رائج ہے اور مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہی ایک گر ہے نجات پانے کا۔ ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔

حقیقی نجات خدا کی اطاعت میں ہے اور خدا کی اطاعت عبادت کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی۔ عبادت پہلا دروازہ ہے جو اطاعت کے لئے قائم فرمایا گیا ہے۔ اس دروازے سے داخل ہو گے تو پھر ساری اطاعتوں کی توفیق میسر آ سکتی ہے۔ جس نے یہ دروازہ اپنے پر بند کر لیا اس کے لئے کوئی اطاعت نہیں ہے۔ نماز کی اہمیت کے اوپر حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اتنا زور دیا ہے اور پھر نماز با جماعت کی اہمیت پر کہ ایک موقعہ پر صبح کی نماز کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو اس وقت بھی (صبح کی نماز کے وقت) کچھ لوگ ہیں جو گھروں میں سوئے پڑے ہیں اور اگر خدا کی طرف سے مجھے اجازت ہوتی تو میں یہ باقی جو نمازی تھے ان کے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے اٹھواتا اور ان کو ان کے گھروں میں جلا دیتا۔ مگر مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ میں داروغہ نہیں بنایا گیا۔

اب حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے بڑھ کر شفیق دل آپ کو دنیا میں ڈھونڈے سے کہاں ملے گا، تصور میں نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿عزیز علیه ما عنتم﴾ یہ فرما کر فرمایا ﴿بالمؤمنین رؤفٌ رحیم﴾۔ جب بھی خدا کے بندوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ یعنی اے لوگو! خدا کے بندو! ﴿عزیز علیه ما عنتم﴾ اس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گذرتی ہے یہ خطاب کا پہلا حصہ عام ہے۔ پھر فرمایا جہاں تک مومنوں کا تعلق ہے ﴿بالمؤمنین رؤفٌ رحیم﴾ وہ تو جیسے اللہ اپنے بندوں پر رؤف اور رحیم ہے جیسے اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور بار بار رحم لے کر آتا ہے اس طرح مومنوں پر تو یہ رسول رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ اس رسول کے منہ سے یہ کلمہ نکلا ہے کہ اگر مجھے یہ اجازت ہوتی تو میں لکڑیوں کے گٹھے اٹھوا کر ان نمازیوں کو ساتھ لے کر چلتا اور جو بے نماز ہیں ان کو ان کے گھروں میں جلا دیتا۔

دراصل اس میں ایک پیغام ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو عبادت نہیں کرتے وہ آگ کا ایندھن ہیں اور بہتر ہے کہ اس دنیا میں جل جائیں بہ نسبت اس کے کہ مرنے کے بعد کی آگ میں ڈالے جائیں۔ یہ حقیقی پیغام ہے اور عبادت ہی ہے جس کے ساتھ ساری نجات وابستہ ہے۔ پس وہ لوگ جو آج اس جمعے کی برکت ڈھونڈنے کے لئے جوق در جوق مساجد کی طرف آئے ہیں ان کو اندر جگہ نہیں ملی تو باہر گلیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں ان سب تک، جن تک بھی یہ آواز پہنچے، میں یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ ہماری عبادت روزمرہ کی پانچ وقت کی عبادت ہے۔ اور ہر دفعہ جب اذان کی آواز بلند ہوتی ہے تو مومن کا فرض ہے کہ اپنے گھروں کو چھوڑے اور اس مسجد کی طرف چل پڑے جہاں سے عبادت کے لئے بلایا جارہا ہے۔ حيّ على الصلوٰة. حيّ على الصلوٰة. حيّ على الفلاح. حيّ على الفلاح

پانچ مرتبہ یہ آوازیں سنتے ہو کہ دیکھو نماز کی طرف چلے آؤ۔ نماز کی طرف چلے آؤ۔ کامیابیوں کی طرف چلے آؤ۔ کامیابیوں کی طرف چلے آؤ۔ اور پھر بھی جواب نہیں دیتے۔ پس وہ لوگ جن کو مساجد تک پہنچنے کی توفیق ہے اور توفیق کا معاملہ بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں کو توفیق ہے یا نہیں ہے۔ بعض دفعہ ایک بیماری دوسرے کو دکھائی دے نہیں سکتی۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں بیمار ہوں وہیں انسان کا قدم رک جانا چاہئے کہ ٹھیک ہے اگر تم بیمار ہو تو تمہارا معاملہ تمہارے خدا کے ساتھ اور ہمارا معاملہ ہمارے خدا کے ساتھ۔ لیکن ہر شخص خود جانتا ہے کہ اسے توفیق ہے کہ نہیں۔ پس جسے بھی توفیق ہے اس کا فرض ہے کہ پانچ وقت مساجد میں جا کر عبادت بجالائے اور اگر پانچ وقت مساجد میں نہیں جاسکتا تو جہاں اس کو توفیق ہے وہیں مسجد بنالے۔ جہاں اس کے لئے ممکن ہو با جماعت نماز پڑھے یا پڑھائے اور اپنے ساتھ اپنے عزیزوں کو یا دوسروں کو اکٹھا کر لے تاکہ اس کی نمازیں با جماعت ہو جائیں۔ جو شخص اس بات کا عادی ہو جائے گا، جس کے دل میں ہر وقت یہ طلب اور بے قراری ہو کہ میری ہر نماز با جماعت ہو جائے اس کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ وہ نمازیں جو با جماعت ممکن نہیں ہوں گی ان کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر وہ اذان دے کر با جماعت نماز کی نیت سے کھڑا ہو جائے گا تو کوئی اور اس کے ساتھ شامل ہونے والا نہ بھی ہو گا تو اللہ آسمان سے فرشتے اتارے گا وہ اس کے پیچھے نماز ادا کریں گے اور اس کی نماز، نماز با جماعت ہی رہے گی۔ تو یہ وہ برکت ہے جو ہر روز پانچ دفعہ آپ کے سامنے آتی ہے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور سال میں ایک دفعہ جو جمعہ آرہا ہے اس کی طرف توجہ ہے کہ وہی دن ہمارے گناہ بخشوانے کا دن ہے۔ اور کیا پتہ کوئی کس دن مرتا ہے یہ بھی تو سوچو! کیا ضرور جمعے کے معا بعد بخشوانے کے بعد ہی تم نے مرنا ہے۔ حالانکہ جمعتہ الوداع کے ساتھ کسی بخشش کا ذکر مجھے تو نہیں ملا۔ لیکن اگر ہو بھی تو سال میں جو باقی تین سو چونسٹھ دن پڑے ہیں ان دنوں میں عزرائیل بے کار کب بیٹھتا ہے۔ کیا مقدر اور لازم ہے کہ تم جمعے کے دن بخششیں کروانے کے بعد مرو گے!! پس موت تو ہر وقت آ سکتی ہے۔ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ کوئی دن مقرر نہیں۔ تو روزمرہ کی پانچ وقت کی نمازیں اس لئے آتی ہیں کہ تم بخشی ہوئی حالت میں، دھلی ہوئی، پاک حالت میں یہاں سے روانہ ہو۔

پس اس پہلو سے جماعت کو میں نماز با جماعت کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور وہ دوسرے مسلمان بھائی بھی جو رفتہ رفتہ ہمارے جمعہ میں ٹیلی ویژن کے ذریعے شامل ہو رہے ہیں اور یہ رجحان دن بدن بڑھتا چلا جارہا ہے، ان کو بھی میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ خود بھی اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے بھائی بندوں کو دوسروں کو بھی یہ پیغام پہنچادیں کہ روزمرہ کی پانچ وقت کی نمازوں کا قیام کرنا یہ قرآن کریم کے پیغامات کی جان ہے اور اگر مسلمان اس بات پر قائم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تمام دنیا میں مسلمانوں کی اصلاح کا ایک ایسا نظام جاری ہو جائے گا جس سے خدا کے فضل سے اسلام کو وہ پرانی کھوئی ہوئی ظاہری عظمت اور شوکت بھی مل جائے گی کیونکہ ظاہری عظمت اور شوکت کا اصل تعلق اندرونی روحانی عظمت اور شوکت سے ہے۔ اگر اندرونی روحانی عظمت اور شوکت بحال ہو جائے تو ظاہری عظمت نے پیچھے آنا ہی آنا ہے اگر اندرونی روحانی عظمت اور شوکت بحال نہ ہو تو ظاہری شوکت کے پیچھے آپ جتنا چاہیں چکر لگائیں کچھ حاصل بھی کرلیں گے تو بے معنی ہو گی، بے روح کے جسم ہو گا۔ خدا کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں ہو گی۔ پس اپنے اندرونوں کو سنواریں اور اندرونی عظمت کے پیچھے دوڑیں۔ اللہ تعالیٰ وہ عظمت عطا فرمائے جس کے متعلق خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے: اِنَّ أَكرَمَكُم عِندَ اللّٰهِ اَتقٰكُمْ تم میں سب سے معزز انسان وہ ہے، سب سے عظیم شخص وہ ہے اور اللہ کی نظر میں ہے جو زیادہ متقی ہو۔ پس تقویٰ کے تقاضے تو عبادت کے بغیر پورے نہیں ہوسکتے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

حقیقی نجات خدا کی اطاعت میں ہے اور خدا کی اطاعت،
عبادت کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی

جمعہ کے دن جو برکتوں کا ذکر ملتا ہے وہ میں آپ کے سامنے ایک حدیث سے اس کی مثال رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا یہ روایت ہے ابو لبابہ بن عبدالمنذر کی۔ سنن ابن ماجہ باب فی فضل الجمعہ سے لی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ "جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے پاس اس کی بڑی عظمت ہے اور وہ اللہ کے نزدیک یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر سے بھی زیادہ عظمت والا ہے"۔

اب یہ وہی بات ہے کہ جمعتہ الوداع کے علاوہ عیدین کی بڑی عظمت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ عیدین سے زیادہ ہر جمعہ کی عظمت خدا تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ اور اس میں پانچ خوبیاں ہیں۔ اول اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس میں پیدا کیا (یعنی آدم کو جمعہ کے دن مبعوث فرمایا گیا) اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم کو زمین کی طرف بھیجا۔ پہلی بات کا تعلق بعثت سے نہیں، اس آدم کی پیدائش سے ہے جن نے مبعوث ہونا تھا تو فرمایا وہ آدم پیدا بھی جمعہ کے دن ہوا اور اسکی بعثت بھی اسی دن ہوئی اور روحانی منصب پر جمعہ ہی کے دن فائز فرمایا گیا اور اسی دن اللہ نے آدم کو وفات دی۔ جیسا کہ مسیح کے متعلق آتا ہے کہ

سَلَامٌ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُ وَيَوْمَ اَمُوتُ وَيَوْمَ اُبعَثُ حَيًّا

وہی حال آدم کا تھا اور قرآن کریم میں جو مسیح کو آدم سے مشابہت دی گئی ہے اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس مشابہت کا اطلاق ان سب باتوں پر بھی ہو رہا ہے۔ پہلا آدم جس کو مسیح سے مشابہت دی گئی ہے اس کی پیدائش کا دن بھی مبارک تھا۔ اس کی موت کا دن بھی مبارک تھا اور وہ بھی برکتوں کے ساتھ دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ کیونکہ یہاں بعد میں اٹھانے کا ذکر تو نہیں لیکن جس دن مبعوث کیا گیا اس کا ذکر ہے اور جو شخص دنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے آخر میں بھی وہ اسی طرح برکتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا جائے گا۔ چوتھی بات یہ بیان فرمائی گئی۔ اسی دن وہ ساعت ہے کہ بندہ اللہ سے سوال نہیں کرتا مگر اللہ اسے وہ سب کچھ عطا کرتا ہے جب تک کہ وہ کسی حرام کے متعلق نہیں مانگتا۔ جمعے کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ فیض عام کی گھڑی ہے اس گھڑی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی انکار نہیں ہوتا مگر حرام مطالبے کا۔ حرام دعا کا۔ پس اگر تمہاری دعائیں نیک ہیں تو جمعے کے دن خصوصیت سے دعائیں کیا کرو اور یہ پیغام ان کے لئے ہے جو جمعہ پر حاضر ہوتے ہیں، جمعہ کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور ہر وقت کوشش رہتی ہے کہ ان موانع کو جو جمعہ کے رستے میں حائل ہیں یعنی ان روکوں کو جن کی وجہ سے وہ جمعہ نہیں پڑھ سکتے کس طرح دور کریں۔

یہ بات میں نے خصوصیت سے اہل مغرب کے لئے کہی ہے جہاں جمعہ کا دن روز مرہ کے کام کا دن ہے۔ اور پہلے بھی میں نے جماعت کو نصیحت کی تھی کہ کم سے کم اتنی کوشش تو ضرور کریں کہ تین جمعے اکٹھے ناغہ نہ کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تین جمعہ اکٹھا ناغہ کرنے والوں کے لئے بہت انذار فرمایا ہے اور سخت لفظ آئے ہیں۔ اس لئے اگر اپنے ایمان کی حفاظت چاہتے ہو تو اول تو ہر جمعہ پڑھنا ضروری ہے لیکن اگر نہیں پڑھ سکتے تو ایک جمعہ تو ہر صورت میں پڑھو خواہ چھٹی لینی پڑے۔ لیکن جب یہ میں نے تحریک کی تھی اس کے بعد سے مجھے جو اطلاعیں ملی ہیں بہت بڑی تعداد جماعت کی ایسی ہے جنہوں نے اس وقت لبیک کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے رستے آسان فرمادیئے۔ بہت سے طلبہ تھے اور طالبات بھی تھیں جنہوں نے اپنے اساتذہ کے سامنے جاکر یہ بات پیش کی اور اساتذہ نے ان کی بات مان لی اور جن کی بات نہیں مانی گئی ان کے ماں باپ نے کہا ہم تین میں سے ایک جمعہ تو بہرحال ضرور اس کو گھر میں لے کے آئیں گے، تم جو چاہو کرو، اور ایسے ہی کرتے رہے۔ بعض ایسے بھی مخلصین تھے جنہوں نے اپنے ان دفتروں سے استعفے دے دیئے، ان ملازمتوں سے استعفے دے دیئے جن میں ان کو جمعہ کی اجازت نہیں تھی اور بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر رزق کے سامان مہیا فرمادیئے۔ تو یہ ایک بہت ہی اہم برکت ہے جو ہر جمعے سے وابستہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں ان میں سے ایک برکت یہ ہے کہ اس دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ خدا کی طرف سے انکار نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ حرام کام کا خدا سے مطالبہ کیا جائے اور یہ عرض کیا جائے کہ یہ حرام کام کرنے دیا جائے۔ اور اسی دن شفاعت قائم ہوگی۔ یہ بہت ہی اہم مضمون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شفیع المذنبین بنایا ہے۔ یعنی وہ گنہگار جن کی کمزوریاں رہ گئی ہیں وہ کوشش تو کرتے رہے کہ کسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت پر چلیں۔ مگر بعض ایسے موانع تھے، بعض ایسی مجبوریاں تھیں جن کی وجہ سے ان کا عمل نامہ ایسے مقام سے نیچے رہ گیا جہاں جاکر نجات ملتی ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں ان کی برائیاں کچھ ان کی خوبیوں پر غالب رہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں۔ ایسے لوگوں کی شفاعت کے لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ایک خاص مرتبہ اور مقام بخشا گیا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسی دن شفاعت قائم ہوگی۔ کوئی مقرب فرشتہ نہیں اور نہ آسمان اور نہ زمین اور نہ ہوائیں اور نہ پہاڑ اور نہ سمندر مگر یہ سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔ یہ ساری خوبیاں جمعے کے تعلق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمائیں۔

شفاعت جمعہ کے دن ہی بانٹی جائے گی۔ پس وہ لوگ جو شفاعت کی تمنا رکھتے ہیں ان کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ وہ جمعہ سے خاص تعلق قائم کریں

پس شفاعت کے لئے بھی ضروری ہے کہ جمعے سے تعلق جوڑو کیونکہ شفاعت کا مطلب ہے ایک چیز کو جو بیچ میں سے ٹوٹ گئی ہو دوسری کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔ ایک شخص نجات تک پہنچتے پہنچتے رہ گیا ہے اور کچھ فاصلہ بیچ میں ہے تو رحم کرتے ہوئے شفقت فرماتے ہوئے وہاں سے اس رسی کو پکڑا جائے اور شفاعت سے جوڑ دیا جائے یعنی اس مقام سے جوڑ دیا جائے جہاں جاکے اس نے نجات پالینی تھی یعنی "دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا" ہو اور انسان کی طاقت ختم ہوجائے وہاں تک نہ پہنچ سکے تو اوپر سے ایک ہاتھ آئے اور اسے اٹھا کر بام تک پہنچادے یعنی چھت تک پہنچادے۔ یہ شفاعت ہے۔ تو جمعے کے دن جو آئے گا اسی کو شفاعت ملے گی۔ کیونکہ شفاعت جمعے کے دن ہی بانٹی جائے گی۔ جو جمعہ سے غیر حاضر ہیں ان بے چاروں کو تو پتہ ہی نہیں کہ شفاعت ہوتی کیا ہے۔ پس وہ لوگ جو شفاعت کی تمنا رکھتے ہیں ان کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ وہ جمعے سے خاص تعلق قائم کریں۔

اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ وہ دن ہے کہ سب خدا کے مقرب اس دن سے ڈرتے ہیں اور فرشتے بھی اور ہوائیں اور پہاڑ اور سمندر بھی۔ یہ کیا وجہ ہے؟ اس دن میں وہ کون سی ہیبت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے لوگ اس دن کا خوف کھاتے ہیں؟ یہاں دراصل خوف کھانا احترام کے معنوں میں ہے۔ اس دن کا مرتبہ اتنا ہے کہ اس دن کی بے حرمتی سے ڈرتے ہیں۔ یہ مراد ہے۔ ورنہ تو اس کے کوئی معنے نہیں بنیں گے۔ ایک طرف برکتیں بیان کی جارہی ہوں اور کشش پیدا کی جارہی ہو، لوگوں کو بلایا جارہا ہو، آؤ اس دن سے برکتیں پاؤ اور دوسری طرف یہ اعلان ہورہا ہو کہ بہت خطرناک دن ہے۔ خبردار! بڑے بڑے مقرب اور فرشتے بھی اس دن سے ڈر جاتے ہیں۔ پہاڑ بھی ڈرتے ہیں اور سمندر بھی ڈرتے ہیں اور زمین کی سطح بھی ڈرتی ہے۔ تو یہ اعلان سوائے اس کے اور کوئی معنے نہیں رکھتا کہ اس دن کی حرمت سے ڈرتے ہیں۔ یہ دن جو محرم بنایا گیا ہے اس کی عزت اور اس کے احترام کے قیام میں جو کوتاہی ہو سکتی ہے اس سے ڈرتے ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ نہ ہو کہ اس دن کے ہم تقاضے پورے نہ کرسکیں۔ پس یہ مراد ہے کہ اگر مقربین کو بھی خوف ہے کہ اس دن کے تقاضے پورے کرنے میں اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کو توفیق ملتی ہے کہ نہیں تو عامۃ المسلمین، عام انسان کو تو اور بھی زیادہ ڈرنا چاہئے کیونکہ اس سے تو اس دن کے تقاضے پورے کرنا بظاہر ممکن دکھائی نہیں دیتا۔ اس کی طاقت سے بڑھی ہوئی بات دکھائی دیتی ہے۔ پس یہ بھی اللہ ہی کے فضل کے ساتھ عطا ہوتا ہے۔ اگر آپ دعائیں کرتے رہیں اور اس مضمون کو سمجھ کر جمعے کی عظمت اور احترام کو قائم کرنے کی کوشش کریں تو پھر اللہ مدد فرمائے گا۔ ہر توفیق اسی سے ملتی ہے۔

وہ جمعہ جو غیر معمولی طور پر جماعت احمدیہ کے لئے برکتوں کے لئے مقرر ہوچکا ہے یہ وہ جمعہ ہے جس کے ساتھ ہماری بہت سی برکات وابستہ ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال ہوا تھا کہ جمعہ کے دن یا جمعۃ الوداع کے دن لوگ تمام گزشتہ نمازیں جو ادا نہیں کیں، پڑھتے ہیں کہ ان کی تلافی ہوجائے۔ اس کا کوئی جواز ہے کہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"ایک فضول امر ہے مگر ایک دفعہ ایک شخص بے وقت نماز پڑھ رہا تھا کسی شخص نے حضرت علی کو کہا کہ آپ خلیفہ وقت ہیں اسے منع کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس آیت کے نیچے ملزم نہ بنایا جاؤں

﴿اَرَاَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی﴾

کہ کیا تو نے اس شخص کا حال نہیں دیکھا ﴿یَنۡہٰی عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی﴾ خدا کے بندوں کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ تو ان نمازوں کی تائید میں کچھ نہیں فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ کرنے دو ٹھیک ہے عمر بھر کی چھٹی ہوئی نمازیں پڑھ لے گا تو ٹھیک ہے فرمایا نہیں ہوگا ٹھیک مگر مجھ میں یہ جرات نہیں کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس سے روک دوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہاں اگر کسی شخص نے عمداً نماز اس لئے ترک کی ہے کہ قضائے عمری کے دن پڑھ لوں گا تو اس نے ناجائز کیا ہے۔ اور اگر ندامت کے طور پر تدارک مافات کرتا ہے تو پڑھنے دو"

اگر شرمندہ ہوا ہے اس کو احساس ہی بہت بعد میں ہوا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے تو ہوش اب آئی ہے جب کہ بہت کچھ میں اپنی عمر کا حصہ ضائع کر بیٹھا اور وہ نمازیں جو میں نے نہیں پڑھیں میں کسی طرح ان سب کو دہرالوں۔ تو فرمایا اگر یہ ندامت کے جذبے سے بات پھوٹی ہے، اگر شرمندگی کا احساس ہے تو پھر پڑھنے دو، ہوسکتا ہے اللہ اس ندامت کو قبول فرمالے، ہمیں اس سے کیا۔ ہمارا یہ کام نہیں کہ اس میں دخل دیں۔ فرماتے ہیں:

"پڑھنے دو کیوں منع کرتے ہو۔ آخر دعا ہی کرتا ہے ہاں اس میں پست ہمتی ضرور ہے"

یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ کم ہمتی کا کام ہے جو وقت نمازوں کے مقرر تھے ان کو تو کھو دیا اور بعد میں ندامت محسوس کی جبکہ بہت دیر ہوچکی تھی وقت گذر چکا تھا۔ پھر فرماتے ہیں:

"پھر دیکھو منع کرنے سے کہیں تم بھی اس آیت کے نیچے نہ آجاؤ جس آیت کا ذکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

کہ نیک کام خواہ کوئی صحیح کر رہا ہو یا غلط کر رہا ہو، برمحل کر رہا ہو یا بے محل کر رہا ہو، اس سے روکنے سے احتراز کرنا چاہئے، کر بیٹھے تو اسے سمجھانے کی کوشش ضرور کرو۔

پس یہ تو جمعۃ الوداع کی برکتوں کا مضمون تھا۔ لیکن ان کی کچھ ایسی برکتیں ہیں جن کا تعلق کل عالم ہی سے نہیں بلکہ ہر زمانے سے ہے اور وہ برکتیں وہ ہیں جو اولین کو آخرین سے ملانے والی ہیں۔ وہ برکتیں ہیں جن برکتوں کے دور سے ہم آج گذر رہے ہیں۔ یہ جمعے کا دن جماعت کی تاریخ میں ایک خاص برکت کا دن ہے۔ روز مرہ کا جمعہ تو برکتوں والا ہوتا ہی ہے لیکن یہ جمعہ جو آج کا جمعہ ہے یہ ایک ایسا جمعہ ہے جس کی برکت تاریخ سے ثابت ہے۔ خدا تعالیٰ کی جو سنت اس دور میں جاری ہوئی ہے اس سے ثابت ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت اقدس محمد

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو چاند اور سورج گرہن کی پیش گوئی فرمائی تھی اور وہ پیش گوئی اس بات کی علامت تھی کہ وہ مہدی جس کے حق میں آسمان اس طرح گواہی دے گا اس کی وہ جماعت ہوگی جس کے متعلق قرآن کریم میں یہ ذکر ملتا ہے ﴿وَاٰخَرِینَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ﴾ کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آخر میں آئیں گے ابھی تک صحابہ سے نہیں مل سکے مگر پھر صحابہ سے مل جائیں گے۔ یہ ان کے لئے خوشخبری ہے۔ یہ جس سچے وجود کے متعلق خوشخبری تھی اس کے حق میں آسمان نے گواہی دینی تھی اور وہ گواہی ایک لمبے انتظار کے بعد دی گئی۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا کہ میں وہ مہدی ہوں جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مہدی ہے تو اس وقت سب کی نظریں اس آسمانی نشان پر لگ گئیں اور علماء کی طرف سے بکثرت مطالبے شروع ہو گئے کہ اگر تم وہ مہدی ہو تو وہ نشان تو دکھاؤ۔ وہ آسمانی گواہیاں تو لاؤ جن آسمانی گواہیوں نے مہدی کی تصدیق کرنی تھی۔ اور وہ کیا تھیں؟ وہ اس حدیث میں درج ہیں جس کے الفاظ میں آپ کے سامنے پڑھ کر رکھتا ہوں:

«انَّ لِمَھدِیِّنَا آیَتَینِ لَمۡ تَکُونَا مُنۡذُ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ. یَنۡکَسِفُ الۡقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیۡلَةٍ مِّنۡ رَمَضَانَ وَتَنۡکَسِفُ الشَّمۡسُ فِي النِّصۡفِ مِنۡهُ وَلَمۡ تَکُونَا مُنۡذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ.»

(سنن دارقطنی، باب صفة صلوٰة الخسوف والکسوف وھیئتھما)

کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں ہمارا مہدی ہوگا وہ۔ تم ہم سے اس کو کاٹ نہیں سکتے۔ جس کے حق میں آسمان گواہی دے گا۔ چاند اور سورج گرہن کئے جائیں گے۔ رمضان میں یہ واقعہ ہوگا۔ کون ہے جو اس کو کاٹ کر ہم سے الگ کر سکے وہ ہمارا مہدی ہے ہمارا ہی مہدی رہے گا۔ اتنے پیار سے یہ پیش گوئی فرمائی اور پیش گوئی کا ملخص یہ تھا کہ چاند کو اپنی گرہن کی تاریخوں میں پہلی تاریخ کو یعنی تیرہ تاریخ کو گرہن لگے گا اور سورج کو اپنی گرہن کی تاریخوں میں درمیانے دن یعنی اٹھائیسویں کو گرہن لگے گا اور یہ واقعہ رمضان مبارک میں ہوگا۔ اور اس سے پہلے امام مہدی کا دعویدار ظاہر ہو چکا ہوگا۔ اور یہ وہ نشانی ہے جو کبھی کسی اور خدا کی طرف سے آنے والے نے اپنے حق میں پیش نہیں کی۔ لَمۡ تَکُوۡنَا مُنۡذُ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بحیثیت نشان یہ کسی اور کے حق میں ظاہر نہیں ہوئی۔ یہ پس منظر ہے جس کو مدنظر رکھیں۔

الفضل میں اس سے متعلق ایک بہت پیارا مضمون اعظم اکسیر صاحب کا شائع ہوا تھا۔ اس میں وہ ذکر کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے ایک عرصے کے بعد علماء مطالبے کر رہے تھے، ایک عام شور تھا کہ چاند اور سورج گرہن کی پیش گوئی پوری ہو تو ہم جانیں کہ یہ سچا ہے۔ تو اس وقت ۱۸۹۴ء میں رمضان مبارک میں تیرھویں رات کا چاند گہنایا گیا اور اس سے ایک عام شور برپا ہو گیا۔ کچھ توقعات جاگ اٹھیں۔ کچھ لوگ جو اس سے تکلیف محسوس کرتے تھے انہوں نے بددعاؤں میں تیزی کر لی اور ان کے دلوں میں خوف و ہراس پھیل گیا کہ یہ نہ ہو کہ رمضان کے مہینے میں ایک مہدی کے حق میں جیسا کہ چاند نے گہنا کر گواہی دی ہے سورج بھی یہ گواہی نہ دے دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر ہم کیا جواب دیں گے۔ بہت دور دور سے احمدیوں کو یہ شوق پیدا ہوا کہ ہم بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام پر جا کر آپ کے ساتھ اس بستی میں اس گرہن کو دیکھیں جن کا ان کو یقین تھا کہ اٹھائیس تاریخ پر ہو نہیں سکتا کہ سورج گرہن نہ لگے۔ چنانچہ تین ایسے مسافروں کا ذکر اعظم اکسیر صاحب نے کیا ہے۔ (بات جو زبانی مجھے یاد ہے وہ تو اتنی ہے کہ) ایک مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب ہوا کرتے تھے کسی ریاست میں وزیر تھے ان کے دو بیٹے اور ان کے ایک دوست (یہ طالبعلم تھے) ان تینوں کا قافلہ لاہور سے قادیان کے لئے روانہ ہوا اور وہ سورج گرہن جس تاریخ کو لگنے کی توقع تھی یعنی اٹھائیس کو اس سے ایک دن پہلے وہ مارا مار بٹالہ تک پہنچے کہ دوسرے دن صبح ہی سورج نکلنے سے پہلے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ مگر کوئی تانگہ کوئی یکہ تیار نہ ہوا وہ بے چارے پھر پیدل چل پڑے اور سحری کے وقت جا کر وہ قادیان پہنچے۔ اور اس طرح احمدیوں میں ایک عام رجحان پیدا ہو چکا تھا کہ اس دن کو خصوصیت سے قادیان میں گذاریں اور اس نشان کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ اب دیکھیں اللہ کی کیسی شان ہے کہ خدا نے ان توقعات کو کیسا پورا فرمایا۔ اسی دن صبح زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا نو بجے سورج گہنایا گیا اور سب کی آنکھیں اس طرف تھیں اور نماز کسوف و خسوف بھی شروع ہو گئی تھی اور دلوں میں جو کیفیت ہوگی ہم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

حیرت انگیز بات ہے تیرہ سو سال پہلے ایک پیش گوئی تھی کہ ہمارے مہدی کے لئے آسمان اس طرح گواہی دے گا ایک گواہی آ چکی تھی دوسری پر نظریں تھیں اور اس دن قادیان میں انہوں نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، اصدق الصادقین کی پیش گوئی کے عین مطابق بعینہ اسی طرح ہوا جیسا فرمایا گیا تھا۔ شروع میں وہ سورج ذرا ہلکا گہنایا گیا تھا اور اس پر کچھ صحابہ نے باتیں شروع کر دیں کہ لوجی یہ تو ہلکا سا ہے یہ نہ ہو کہ مولوی کہیں کہ گہنایا ہی نہیں گیا تمہیں وہم ہے۔ لیکن ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ پورا سورج گہنا گیا اور نو سے گیارہ بجے تک یہ عجیب نظارہ وہاں ان لوگوں نے دیکھا۔ یہ وہ پیش گوئی ہے جس کے پورا ہونے پر آج ایک سو سال گذر چکے ہیں۔ اور یہ رمضان ہے کہ سو سال بعد اس طرح پھر آیا ہے ان پیش گوئیوں کے نشان ہمارے تک لایا ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ جمعے نے اس میں ایک خاص کردار ادا کیا ہے اور وہ یہ کہ جو چاند گہنایا گیا ہے اس مہینے میں وہ جمعرات کا دن غروب ہونے کے بعد جمعے کی رات شروع ہونے پر گہنایا گیا ہے اور جو سورج گہنایا گیا تھا (یعنی میں یہ بتا رہا ہوں کہ گہنایا گیا) کی تاریخ اس طرح بنتی ہے کہ تیرہ تاریخ جو اس زمانے کی تھی وہ جب اس رمضان میں آئی تو جمعرات کا دن ختم ہو چکا تھا جمعے کی رات شروع ہو گئی تھی اور ہم نے جو جشن منایا وہ دراصل جمعے ہی کی رات کو جشن منایا ہے اور آج جب کہ سورج گہنانے کا دن آیا ہے اٹھائیس تاریخ آئی ہے تو آج جمعے کا دن ہے۔

> ہم اس دور سے گزر رہے ہیں کہ وہ ساری برکتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بارش کی طرح برسی ہیں ہم اس زمانے سے گزرتے ہوئے ان کی یادوں سے مست ہیں

تو وہ جمعہ جو غیر معمولی طور پر جماعت احمدیہ کے لئے برکتوں کے لئے مقرر ہو چکا ہے جو بھر بھر کے برکتیں لاتا ہے اور ہم پر انڈیلتا ہے یہ وہ جمعہ ہے جس کے ساتھ ہماری بہت سی برکات وابستہ ہیں۔ پس جماعت احمدیہ اگر جمعہ کا احترام نہ کرے اور شکر کا حق ادا نہ کرے تو بڑی بدبختی ہوگی۔ یہ وہ سورہ جمعہ ہی ہے جس نے آخرین کو اولین سے ملانے کی خوشخبری دی تھی اسی کی آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر یہ فرمایا:

﴿ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ﴾

یہ تو اللہ کا فضل ہے کون روک سکتا ہے اس کو۔ وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور بڑے فضلوں والا ہے۔ یہ سورہ جمعہ ہی تھی جس نے یہ خوشخبری آنے والوں کو دی کہ ایسے بھی خوش نصیب آنے والے ہیں جو آخر پر ہونے کے باوجود اولین سے ملا دیئے جائیں گے اور ان کے حق میں ہی آسمان نے یہ دو گواہیاں پیش کیں۔ اور ہم اس دور سے گذر رہے ہیں کہ وہ ساری برکتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بارش کی طرح برسی ہیں ہم اسی زمانے سے گذرتے ہوئے ان کی یادوں سے مست ہیں۔ عجیب کیفیت ہے یہ۔

> پس خدا جب ان برکتوں کی یادیں دہرا رہا ہے اور وہ کیفیتیں ہمارے دلوں میں پیدا فرما رہا ہے جو اس زمانے میں صحابہ کے دلوں میں تھیں اور سو سال کی برکت سے ہم اس دور سے دوبارہ گزر رہے ہیں تو یہ وہ جذبہ ہے جس کے ساتھ میں آپ کو دعوت الی اللہ کی طرف بلاتا ہوں

میں آج سوچ رہا تھا کہ وہ جو کفار کہا کرتے تھے کہ "سحر مستمر" یہ تو مسلسل جاری رہنے والا ایک سحر ہے جو پیچھا نہیں چھوڑ رہا۔ ہم بھی تو اس سحر ہی کی حالت میں سے گذر رہے ہیں۔ کیوں کہا کرتے تھے اس لئے کہ وہ دیکھا کرتے تھے کہ اتنے فضل نازل ہو رہے ہیں، ایسی برکتیں اتر رہی ہیں کہ صحابہ تو گویا جادو زدہ ہیں، نشے کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب تو لگتا ہے کہ وہی جادو کے دن دہرائے جا رہے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو برکتیں نازل ہوئی تھیں وہ بھی تو ایک سحر کا سا منظر پیش کرتی تھیں۔ اور اب ان سے گذرتے ہوئے ہمیں ایسا لطف آ رہا ہے کہ گویا ایک جادو کی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کا حال کیا ہوگا جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا آپ پر عاشق ہوئے اور اس کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ، سب دنیا تج کے، ہر چیز فنا کر کے، مسیح موعود ہی کے ہو رہے اور اس پیغام کو ساری دنیا میں پہنچایا ہے۔

پس اب جبکہ میں دعوت الی اللہ کی طرف آپ کو دوبارہ بلا رہا ہوں میں یاد کراتا ہوں کہ ایسے ہی دنوں میں دعوۃ الی اللہ کا پیغام شروع ہوا تھا ایسے ہی دنوں میں وہ آغاز ہوا تھا۔ اسی مستی کے عالم میں انہوں نے تمام دنیا کو پیغام پہنچائے تھے اور حیرت انگیز طور پر جبکہ ابھی کوئی مبلغوں

کا، مربیوں کا نظام جاری نہیں تھا، وہ صحابہ ہی تھے جو کچھ ان پڑھ بھی تھے، کچھ پڑھے لکھے بھی تھے، کچھ بڑے بڑے علماء بھی تھے، مگر عالم تھے یا ظاہری لحاظ سے جاہل تھے، اندرونی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو علوم سے آراستہ فرمایا گیا تھا۔ روحانی علوم سے ان کے سینے بھرے گئے تھے اور چھوٹا تھا یا بڑا۔ ظاہری طور پر عالم تھا یا جاہل وہ تمام کے تمام تبلیغ میں سرگرداں رہتے تھے اور اسی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی تیزی کے ساتھ جماعتیں مخالفت کے علی الرغم قائم ہوئیں۔ شدید مخالفتیں تھیں، اتنی کہ آپ آج تصور بھی نہیں کرسکتے۔ پاکستان کی تمام تر مخالفتیں ایک طرف اور وہ مخالفت کا دور جو مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ نے آغاز میں دیکھا ہے اس کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ دن رات سارا ہندوستان بلکہ عرب تک کے علماء گالیاں دینے اور جانیں حلال کرنے کے فتوے دینے میں مشغول تھے کہ ان کی جانیں حلال ہوگئیں، ان کے مال حلال ہوگئے، ان کی بیویاں مطلقہ ہوگئیں۔ کچھ بھی ان کا نہیں رہا۔ جو چاہے جس طرح چاہے ان کی عزتوں پر ہاتھ ڈالے خدا کے نزدیک مقبول ٹھہرے گا۔ یہ وہ دور تھا جس دور میں صحابہ کی یہ جماعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عقب میں روانہ ہوئی ہے اور ہر قدم ترقی کی طرف اٹھا ہے۔ ایک لمحہ ایسا نہیں آیا کہ اس جماعت کے قدم رک گئے ہوں۔ پس خدا جب ان برکتوں کی یادیں دہرا رہا ہے اور وہ کیفیتیں ہمارے دلوں میں پیدا فرما رہا ہے جو کیفیتیں اس زمانے میں صحابہ کے دلوں میں تھیں اور سو سال کی برکت سے ہم اس دور سے دوبارہ گذر رہے ہیں تو یہ وہ جذبہ ہے جس کے ساتھ میں آپ کو دعوت الی اللہ کی طرف بلاتا ہوں کوئی پرواہ نہ کریں دشمن اس راہ میں کیسے روڑے اٹکاتا ہے اور کیسی کیسی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ دشمن کی تکلیف آپ کی خوشیوں کو آپ کے دلوں سے کیسے نوچ سکتی ہے، یہ ناممکن ہے۔

> **میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر آنے والا دن ہمارے لئے اور برکتیں لے کے آئے گا۔ ہر آنے والا ہفتہ ہمارے لئے برکتیں لے کر آئے گا۔ ہر آنے والا مہینہ ہمارے لئے اور برکتیں آسمان سے انڈیلے گا۔ ہر آنے والا سال برکتوں کے ساتھ ہمارا خیر مقدم کرے گا۔ ہر جانے والا سال برکتیں چھوڑ کر ہمارے لئے جائے گا**

پاکستانی حکومت نے پہلے تو بغیر کسی قانون کے ان مظلوموں پر ہاتھ ڈال دیئے جو خوش ہو رہے تھے کہ خدا تعالیٰ نے سو سال کے بعد ہمیں پھر وہ دن دکھائے جبکہ چاند سورج کے گرہن کی عظیم پیش گوئی پوری ہوئی۔ ان کو قیدوں میں ڈالا گیا، گھسیٹا گیا، مارا کوٹا گیا، گالیاں دی گئیں، ان کے خلاف تحریکات چلیں پتوکی میں کیا ہوا؟ لاہور میں کیا ہوا؟ ربوہ میں کیا ہوا؟ جگہ جگہ ایسے واقعات ہیں اور کوشش کیا ہے! کہ اللہ نے ان پر جو فضل فرمایا ہے اس سے جو خوش ہو رہے ہیں یہ خوشیاں ان سے نوچ لیں۔ خوشیاں تو وہ دلوں سے نہیں نوچ سکتے نہ ہمیں یہ توفیق ہے کہ ان کے دل میں حسد نے جو غیظ برپا کر رکھا ہے، آگ کھول رہی ہے، اس آگ کو ٹھنڈا کرسکیں۔ نہ ان کو توفیق نہ ہمیں توفیق۔ ہم دونوں بندے ہیں بے اختیار ہیں۔ یہ ہمارا اللہ ہی ہے جو غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرسکتا ہے اور یہ اللہ ہی ہے جو ہماری خوشیوں کو اور بڑھاتا چلا جائے گا۔

پس اہل ربوہ اور اہل پاکستان کی ان خوشیوں کی راہ میں جو خدا نے ان کو عطا کی ہیں روڑے اٹکانے والوں کا بدلہ میں نے اس طرح لیا کہ آج کے دن بین الاقوامی احمدیہ ٹیلی ویژن کو ہدایت کی کہ وہ چاند اور سورج کے گرہن کی خوشخبریاں اہل ربوہ کے نام سے منسوب کرکے انکا ذکر، ان کی خوشیوں کے پروگرام بنائیں۔ وہ ساری دنیا کو دکھائیں۔ اس وقت تو میں نے اہل ربوہ کا نام لیا تھا غالباً یہی نام لیا جارہا ہوگا۔ لیکن اب مجھے خیال آیا کہ صرف ربوہ نہیں اور بھی تو پاکستان کے احمدی ہیں جن کے متعلق اب قانون بنا کر نوٹس دیئے جاچکے ہیں کہ خبردار جو تم خدا کے فضلوں پر خوش ہو۔ پھر خدا کے فضلوں کو روک دو اگر روکا جاسکتا ہے تو! ۔ خوشی کس طرح چھین سکتے ہو۔ فضل نازل ہوں گے تو خوش تو ہم ہوں گے۔ لیکن خدا کے فضلوں کو روکو گے کیسے؟ یہ تو سمجھاؤ!! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾

تمہیں نصیب نہیں ہوا تو جس کو دیتا ہے اس کو دے گا اور دیتا چلا جائے گا اور روکو گے کیسے؟ وہ ذوالفضل العظیم ہے بڑے فضل ہیں اس کے پاس۔ ایک روکو گے تو دس اور عطا فرمادے گا دس روکو تو ہزار اور عطا کردے گا۔ پس جماعت احمدیہ کے اوپر خدا کے جو فضل برس رہے ہیں ان کو تو روکنے کی تمہیں طاقت نہیں۔ لگالو زور۔ خوشیاں بھی نوچ نہیں سکتے۔ وہ تو دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور کوئی دنیا کی طاقت تمہارے دلوں سے وہ غیظ اور غضب اور حسرت نوچ نہیں سکتی۔ وہ تو بڑھنی ہی بڑھنی ہے۔ قرآن کریم کی پیش گوئی ہے کہ یہ لوگ جو آخرین میں پیدا ہوں گے یہ اللہ کے فضل کے ساتھ بڑھیں گے۔ ان کے حق میں پیش گوئیاں پوری ہوں گی۔ ایک کھیتی کی طرح نشوونما پاکر بلند تر ہوں گے اور مضبوط تر ہوتے چلے جائیں گے۔ تو بعض ظالم ایسے ہیں کہ ان کے مقدر میں غیظ و غضب کے سوا کچھ نہیں۔ ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّار﴾ وہ جو مسیح موعود کے منکر ہیں ان کے لئے غیظ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس اس غیظ کا کیا علاج ہے میرے پاس جب کہ خدا فرماتا ہے کہ ہر احمدیت کی ترقی پر (یعنی احمدیت کا لفظ نہیں ہے۔ میں وضاحت کردوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دوسری شان کے اظہار کا تذکرہ ہو رہا ہے) شان احمدی، وہ شان جو مسیحیت سے ملتی جلتی ہے وہ شان جس کا انجیل میں ذکر ہے اس لئے بطور استنباط میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی وہ شان جس کا تورات سے تعلق تھا وہ اور طرح بیان ہوئی ہے اس میں بڑا جلال ہے اس میں بڑی شان ہے اور ایسا ایک رعب اس میں پایا جاتا ہے ﴿محمد رسول الله والّذين معه أشدّاءُ على الكفّار رُحَمَاء بينهم﴾

وہ کفار پر بڑے سخت ہیں ان کو طاقت نصیب ہے۔ ان کو وہ تلوار نصیب ہوئی ہے جس سے وہ اپنے دشمنوں کو سزائیں دیتے ہیں ایک یہ شان ہے۔ اور پھر فرمایا ومثلهم فی الانجیل لیکن انہی لوگوں کی ایک مثال انجیل میں بھی تو دی گئی ہے وہ مختلف ہے۔ اس شان میں ان کی نرمی ان کے حلم کا ذکر ہے ان کے رفتہ رفتہ نشوونما پانے کا ذکر ہے۔ ان کے ایسے کمزور آغاز کا ذکر ہے کہ دشمن چاہے تو سمجھے گا کہ میں اپنے پاؤں تلے روند دوں گا۔ اور یہ جو پودا کونپلیں نکال رہا ہے اس کو اپنے قدموں تلے مسل کے رکھ سکتا ہوں یہ وہ شان ہے۔ اب دیکھیں پہلی شان اور اس شان میں بیان کے لحاظ سے اور طرز کے لحاظ سے زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ ایک ہی دور کے دو ذکر نہیں ہیں۔ پس ہم حق بجانب ہیں یہ کہنے پر کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی جس شان کی مسیح نے خبر دی تھی اس شان نے اسی زمانے میں ظاہر ہونا تھا جس زمانے میں امت محمدیہ میں مسیح نے ظاہر ہونا تھا۔ پس کیسی مناسبت ہے۔ کوئی بات قرآن کی طرف منسوب نہیں کی جارہی جو قرآن نہیں کہتا۔ پس دو مثالیں اتنی کھلی کھلی واضح الگ الگ حالات پر اطلاق پانے والی ہیں کہ بیک وقت ان کا اطلاق ہو نہیں سکتا۔ مگر ساتھ ہی مسیحیت کی پیش گوئی کی وجہ سے جو مسیح نے محمد رسول اللہ کے متعلق فرمائی اور حضرت محمد رسول اللہ نے اس مسیح کے متعلق اپنی امت میں آنے کی خبر دے دی۔ ان مضامین کو جب آپ اکٹھا دیکھتے ہیں تو وہ باتیں نکلتی ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ ہم ہی ہیں وہ آخرین کے دور میں پیدا ہونے والے، جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ برکتیں پائیں۔ ہم ہی ہیں جو ان صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں جن کو آخر میں ہونے کے باوجود اولین سے ملایا گیا تھا اور ہم وہ خوش نصیب ہیں جو سو سال کے بعد پیدا کئے گئے ہیں۔ اس زمانے میں پیدا کئے گئے ہیں جب مسیح موعود کی سو سالہ تاریخ اول سے آخر تک دہرائی جارہی ہے وہ ساری برکتیں اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرما رہا ہے۔

> **روزمرہ کی پانچ وقت کی نمازوں کا قیام کرنا یہ قرآن کریم کے پیغامات کی جان ہے اور اگر مسلمان اس بات پر قائم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام دنیا میں مسلمانوں کی اصلاح کا ایک ایسا نظام جاری ہو جائے گا جس سے خدا کے فضل سے اسلام کو وہ پرانی کھوئی ہوئی ظاہری عظمت اور شوکت بھی مل جائے گی کیونکہ ظاہری عظمت اور شوکت کا اصل تعلق اندرونی روحانی عظمت اور شوکت سے ہے**

میں نے اپنی خلافت کے بعد پہلے خطاب میں جماعت کو متوجہ کیا تھا کہ یاد رکھو یہ غیر معمولی دن ہیں جن میں ہم داخل ہوئے ہیں۔ بیاسی (۱۸۸۲ء) میں پہلا ماموریت کا الہام ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ اور بیاسی (۱۹۸۲ء) ہی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے منصب خلافت پر فائز فرمایا۔ یہ میری شان نہیں ہے کیونکہ میں تو اپنے آپ کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا میں اس خلافت کے دور کی بات کر رہا ہوں اس خلافت کے آغاز سے جس پہ خدا نے مجھے قائم فرمایا۔ اس خلافت کے بعد سے وہ ساری تاریخ بیاسی سے لے کر آخر تک دہرائی

بقیہ صفحہ ۱۴

تاریخ احمدیت

۱۸۸۲ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ مارچ ۱۹۹۴ء میں فرمایا تھا کہ یہ دور جس میں سے ہم گزر رہے ہیں بہت غیر معمولی طور پر مبارک اور عظیم دور ہے۔ حضور نے یہ بھی بتایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۸۲ء میں ماموریت کا پہلا الہام ہوا اور ۱۹۸۲ء میں مجھے منصب خلافت پر فائز فرمایا۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سو سالہ تاریخ اول سے آخر تک دہرائی جا رہی ہے اور وہ ساری برکتیں اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرما رہا ہے۔ اس کالم میں ہم انشاء اللہ آپ کی خدمت میں تاریخ احمدیت کے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات پیش کیا کریں گے

خلعت ماموریت سے سرفرازی

۱۸۸۲ء کے اوائل کا واقعہ ہے کہ حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں کشفاً دکھایا گیا کہ

"ایک باغ لگایا جا رہا ہے اور میں اس کا مالی مقرر ہوا ہوں"

(حیات احمد جلد دوم ـ ۱۹۲)

یہ دراصل ماموریت کی پہلی بشارت تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ آپ کو گلشن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باغبانی کا فریضہ سپرد ہونے والا ہے۔ اس کشف کے ایک عرصہ بعد جبکہ آپ براہین احمدیہ (حصہ سوم) کا حاشیہ تحریر فرما رہے تھے آپ پر یکایک ربودگی کا عالم طاری ہوا اور حالت کشف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے اور آپ کو شرف معانقہ بخشا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ حضور انور کے مقدس چہرے سے نور کی کرنیں نکل نکل کر آپ کے اندر داخل ہو رہی ہیں آپ یہ نور ظاہری روشنی کی طرح مشاہدہ کر رہے تھے۔ اور پورے یقین کے ساتھ سمجھتے تھے کہ آپ محض باطنی آنکھوں ہی سے نہیں بلکہ ظاہری نظر سے بھی اس نظارہ سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

زیارت مصطفیٰ کی اس عظیم الشان تجلی کے بعد جو ۱۸۸۲ء کے آغاز میں ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہام الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا پہلا اور تاریخی الہام نازل کیا گیا جو کم و بیش ستر فقرات پر مشتمل تھا اور جس کے ابتدائی کلمات یہ تھے:۔

«یا أَحمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ. مَا رَمَيتَ إذْ رَمَيتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمىٰ. اَلرَّحمٰنُ عَلَّمَ الْقُرآنَ لِتُنذِرَ قَومًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ. وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ المُجرِمِين. قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ المُؤمِنِينَ.»

(براہین احمدیہ حصہ سوم ـ ۲۳۸، ۲۴۲)

یعنی اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے جو کچھ تو نے چلایا وہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا۔ خدا نے تجھے قرآن سکھایا تا ان لوگوں کو تو ڈرائے جن کے باپ دادا کو انذار نہیں کیا گیا اور تا خدا کی حجت پوری ہو اور مجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہہ دے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور اور اول المومنین ہوں۔

ماموریت کا یہ پہلا الہام جماعت احمدیہ کے قیام میں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس الہام میں جہاں آپ کی پوری زندگی کے اہم واقعات مثلاً مستقبل میں منظم مخالفت کے باوجود آپ کی شاندار کامیابی اور آپ کی طرف تصرف الٰہی کے تحت ایک عالم کے کھچے آنے کے متعلق قبل از وقت خبریں دی گئیں۔ وہاں آپ کی شان ماموریت کو رسالت و نبوت سے تعبیر کرتے ہوئے بتا دیا گیا کہ آپ قرآنی پیش گوئی:

«هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ» (سورہ الصف)

ترجمہ: وہ خدا ہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔

کے مصداق ہیں۔ اور آپ ہی کے ہاتھوں دین خدا کو دلائل و براہین کے ذریعہ سے سبھی ادیان عالم پر روحانی غلبہ نصیب ہونا مقدر ہے۔ اور یہ سب کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طفیل ہوگا۔ جیسا کہ آپ کو الہاماً بتایا گیا:

«كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ.»

یعنی ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ سے عطا ہوئی ہے۔ پس معلم (یعنی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم) بھی مبارک اور متعلم (یعنی مسیح موعود ؑ) بھی۔

دنیا میں نشان نمائی کی پہلی باطل شکن دعوت

اسلامی دنیا میں اب تک غیر مذاہب کے مقابلہ میں محض عقلی اور منقولی دلائل کا سہارا لیا جاتا تھا جو اس کارزار عالم میں چنداں مفید نہیں تھا۔ منطق، فلسفہ، خطابت اور تحریر کی قوتوں میں ایک مسلم اور کافر دہریہ اور خدا پرست دونوں ہی ہیں برابر کے شریک ہو سکتے ہیں بلکہ عین ممکن ہے کہ کفر کے نمائندے کی پشت پر اگر اقتدار اور دولت کام کر رہی ہو تو اس کے قلم و زبان میں غیر معمولی قوت و شوکت پیدا ہو جائے اور یہ امکان اس زمانے میں واقعاتی شکل میں موجود تھا۔ عیسائی مناد، آریہ سماجی اور برہمو سماجی پرچارک قوت و ثروت کے بل بوتے پر پورے ملک پر چھا چکے تھے اور مسلم علماء جواب کی تاب نہ لا کر ایک کونے میں سہمے بیٹھے تھے اور جو تھوڑے بہت خدا کے حق پرست بندے علمی مدافعت میں مصروف تھے ان کے دلائل میں کوئی جان کوئی عظمت اور شوکت نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چونکہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے بھیجا تھا اس لئے ادھر آپ مامور ہوئے اور ادھر آپ نے کفر و اسلام کی جنگ کا اسلوب ہی بدل دیا۔ آپ نے علماء ظواہر کے پامال اور فرسودہ ہتھیاروں کی بجائے اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ ثابت کرنے کے لئے اپنا وجود پیش کیا اور دنیا بھر میں منادی کر دی کہ اگر کوئی طالب حق قرآن مجید کی سچائی کے زندہ نشانات دیکھنا چاہتا ہے تو آپ کے پاس آئے۔ وہ اپنی آنکھوں سے نشانات دیکھے گا۔ اس کے برعکس قرآن کے مخالف اپنے مذہب کی سچائی میں ہرگز کوئی نشان نہیں دکھا سکیں گے۔ اور صرف گزشتہ زمانے کے حوالہ پر ہی اکتفاء کریں گے جو ان کے غلطی خوردہ ہونے کی فیصلہ کن دلیل ہے۔

نشان نمائی کی یہ باطل شکن دعوت آپ نے پہلی مرتبہ ۱۸۸۲ء میں "براہین احمدیہ" حصہ سوم کے ذریعہ سے کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"آج تک کوئی ایسی صدی نہیں گزری جس میں خدا تعالیٰ نے مستعد اور طالب حق لوگوں کو قرآن شریف کی پوری پوری پیروی کرنے سے کامل روشنی تک نہیں پہنچایا اور اب بھی طالبوں کے لئے اس روشنی کا نہایت وسیع دروازہ کھلا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف کسی گزشتہ صدی کا حوالہ دیا جائے جس طرح سچے دین اور ربانی کتاب کے حقیقی تابعداروں میں روحانی برکتیں ہونی چاہئیں اور اسرار خاصہ الٰہیہ سے ملہم ہونا چاہئے وہی برکتیں اب بھی جوئندوں کے لئے مشہود ہو سکتی ہیں۔ جس کا جی چاہے صدق قدم سے رجوع کرے اور دیکھے اور اپنی عاقبت کو درست کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہریک طالب صادق اپنے مطلب کو پائے گا اور ہریک صاحب بصارت اس دین کی عظمت کو دیکھے گا۔ مگر کون ہمارے سامنے آ کر اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ وہ آسمانی نور ہمارے کسی مخالف میں بھی موجود ہے اور جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور افضلیت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کیا ہے وہ بھی کوئی روحانی برکت اور آسمانی تائید اپنی شامل حال رکھتا ہے۔ کیا کوئی زمین کے اس سرے سے اس سرے تک ایسا متنفس ہے کہ قرآن شریف کے ان چمکتے ہوئے نوروں کا مقابلہ کر سکے کوئی نہیں، ایک بھی نہیں"۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم، طبع اول، حاشیہ در حاشیہ ـ ۲۶۲، ۲۶۳)

نیز فرمایا:۔

"اس زمانہ کے پادری اور پنڈت اور برہمو اور آریہ اور دوسرے مخالف چونک نہ اٹھیں کہ وہ برکتیں کہاں ہیں، وہ آسمانی نور کدھر ہیں جن میں امت مرحومہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مسیح اور موسیٰ کی برکتوں میں شریک ہے اور ان نوروں کی وارث ہے جن سے اور تمام قومیں اور تمام اہل مذاہب محروم اور بے نصیب ہیں .... اس ثبوت دینے کے ہم آپ ہی ذمہ وار ہیں ..... پس اگر کوئی پادری یا پنڈت یا برہمو کہ جو اپنی کور باطنی سے منکر ہیں یا کوئی آریہ اور دوسرے فرقوں میں سے سچائی اور راستی سے خدا تعالیٰ کا طالب ہے تو اس پر لازم ہے کہ سچے طالبوں کی طرح اپنے تمام تکبروں اور غروروں اور نفاقوں اور دنیا پرستیوں اور ضدوں اور خصومتوں سے بکلی پاک ہو کر فقط حق کا خواہاں اور حق کا جویاں بنکر ایک مسکین اور عاجز اور ذلیل آدمی کی طرح سیدھا ہماری طرف چلا آوے اور پھر صبر اور برداشت اور اطاعت اور خلوص کو صادق لوگوں کی طرح اختیار کرے تا انشاء اللہ اپنے مطلب کو پاوے"۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ نمبر ۱۱ ـ ۲۴۷)

قادیان کی گمنام حالت اور رجوع خلائق کا آغاز

اس زمانہ میں قادیان ایک انتہائی بے رونق گاؤں تھا۔ چنانچہ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی ؓ کی چشم دید شہادت ہے کہ جب وہ ۱۸۸۲ء میں قادیان گئے تو یہ:

"بستی ویران پڑی تھی جس کے بازار خالی پڑے تھے اور بہت کم آدمی چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ بعض دوکانیں ٹوٹی پھوٹی اور بعض غیر آباد خالی پڑی تھیں اور دو تین یا کم و بیش دکانیں لون مرچ کی تھیں۔ وہ بھی ایسی کہ اگر چار پانچ آنے کا مصالح خریدنے کا اتفاق ہو تو ان دوکانوں سے بجز دو چار پیسہ کے نہیں مل سکتا تھا اور تھوڑی تھوڑی ضرورتوں کے واسطے بٹالہ جانا پڑتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اور چیزوں کا بھی یہی حال تھا۔ دو دوکان حلوائیوں کی بھی تھی لیکن ان کی بے رونقی اور کم مائیگی کا یہ حال تھا کہ شاید دو تین پیسہ کی ریوڑیاں گڑ کی جن سے دانتوں کے بھی ٹوٹنے کا احتمال ہو اگر کوئی خرید لے تو خرید لے ورنہ اور مٹھائی کے لئے مصالح کی طرح بٹالہ ہی یاد آئے۔ مجھے اب تک وہ دوکان یاد ہے جس میں کسی قدر لون مرچ اور کچھ تیل کے علاوہ دو چار تھان کپڑے کے بھی رکھے تھے۔ ایک تھان گاڑھے اور ادھوتر کا جس کو پنجابی میں کھدر کہتے ہیں اور ایک دو تھان ہھنیل قند سرخ کے جس کو الوان بھی کہتے ہیں اور شاید ایک دو تھان نکمی سی سوسی اور بھدی سی چھینٹ کے رکھے ہوئے تھے جن کو جٹیوں کے سوا اور کوئی خریدنے کا نام نہ لے۔ اناج کی منڈی، سبزی کی منڈی یا اور قسم کے فواکہ اور میوے کا تو ذکر کیا گھی چاول دودھ کمیاب اور دیگر اشیاء ضروری مفقود ...... جس طرف دیکھو کچے مکان اور بے مرمت مکان پڑے تھے۔ ہاں حضرت اقدس واکرم کا مکان پختہ تھا یا آپ کے بڑے بھائی کا لیکن وہ کچے مکانوں کی طرح مکان تھے جو بعض حصہ ان کا زمین دوز تھا۔ اندر کا پانی باہر

بقیہ صفحہ ۱۴

مسلمانوں کی موجودہ حالت زار اور اس کی وجوہات اور علاج

(محمد کریم الدین شاہد۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان)

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣١﴾
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى
بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣٢﴾

(سورہ الفرقان: ۳۱-۳۲)

ترجمہ۔ اور رسول نے کہا! اے میرے رب! میری قوم نے تو اس قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے اور ہم نے اسی طرح مجرموں میں سے سب نبیوں کے دشمن بنائے ہیں اور تیرا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لحاظ سے (بالکل) کافی ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل سرزمین عرب کے مقدس شہر مکہ میں خدائے رب العالمین نے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رحمتہ للعالمین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا جو ایک عالمگیر، دائمی، صلح وامن کا ہادی، انسانیت کا منجی، کامل و جامع شریعت قرآنیہ کا علمبردار، سچی توحید کا پرستار، زندگی بخش اور خدا نما مذہب ہے۔ اسلام کسی انسانی فکر ونظر اور تدبیر و تدبر کا مرہون منت نہیں بلکہ اس کی بنیاد خالصۃً خدائے واحد و یگانہ کی وحی و الہام سے رکھی گئی۔ اور اسلام کے مقدس بانی مرسل ربانی حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے زمانے میں جو کفر و ضلالت، بے دینی و بے راہ روی اور ظلم و تشدد کے نقطہ عروج پر ہونے کی وجہ سے انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار تھا، توحید کی شمع روشن کی۔ اخلاقی اور روحانی ہر لحاظ سے ایک مکمل ضابطہ حیات کلام الٰہی قرآن مجید کی صورت میں پیش کر کے اپنی انتھک جدوجہد اور شبانہ روز کوششوں سے خدائی پرستاروں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی کہ جو ان پڑھ اور گنوار تھے وہ علم و عرفان کا مرجع بن گئے۔ جو دن رات شراب کے نشہ میں مخمور رہا کرتے تھے وہ عبادت و ذکر الٰہی میں منہمک ہو گئے۔ جو غیر عورتوں سے اپنے عشق کی داستانیں برملا بیان کر کے فخر کرتے تھے وہ عشق الٰہی میں ایسے محو ہوئے کہ دنیا کی ساری محبتیں انہوں نے بھلا دیں۔ جو ذرا ذرا سی بات پر سالہا سال تک جنگ کرنے کے عادی، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور جانی دشمن تھے وہ باہم الفت و محبت اور اخوت میں دنیا کی ایک بے مثال قوم بن گئے۔ جو خود سر اور بے لگام تھے وہ اسلام کی غلامی اختیار کر کے اطاعت و فرمانبرداری اور ایثار و قربانی کا مجسم نمونہ بن گئے۔ اور ان میں ایسا اخلاقی و روحانی انقلاب پیدا ہوا کہ وہ وحشیوں سے انسان اور انسان سے با اخلاق انسان اور با اخلاق سے باخدا اور خدا نما انسان بن گئے اور ان میں ایسی وحدت و تنظیم پیدا ہو گئی کہ قیصر و کسریٰ کے محلات بھی ان کے نام سے تھراتے اور لرز اٹھتے تھے اور یہ سب برکات دراصل حضرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ، آپ کی اتباع اور قرآن مجید سے وابستگی کے نتیجہ میں تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس عظیم انقلاب کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ:۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیسا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔"

(برکات الدعا)

یہی وہ انقلاب تھا جس کے نتیجہ میں دور اول کے مسلمانوں نے اپنی زندگی کا واحد مقصد اعلائے کلمتہ اللہ قرار دیا۔ اور اس راہ میں انہوں نے اپنی جانیں اور اپنے اموال بے دریغ لٹا دئے۔ اس مقصد کے حصول سے نہ تلاطم خیز سمندر ان کا راستہ روک سکے اور نہ مہیب صحراء ان میں پست ہمتی پیدا کر سکے۔ بلکہ اس زندگی بخش نور سے تمام معمورہ عالم کو منور کرنے کے لئے یہ جماعت مجسم عمل بن گئی۔ ہر مشکل سے ٹکرا گئی اور دم نہیں لیا جب تک کہ اپنی ہمت، اولوالعزمی اور اخلاق فاضلہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام کے پیغام سے تمام دنیا کو روشناس نہ کرا دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ایشیا کے مرغزاروں، افریقہ کے صحراؤں، یورپ کے کوہساروں اور جزائر کے ویرانوں میں ہر جگہ علم توحید لہرا کر آفاق عالم سے ظلم و جہالت کی تاریکیاں دور کر کے ہر طرف خدائے ذوالجلال کے نور کی ضیا پاشی کی۔

ان کی اس قوت عمل کا راز یہی تھا کہ وہ خدائے حی و قیوم کی ذات پر زندہ ایمان رکھتے اور یقین کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کی کامیابی اور کامرانی کا اصل سبب ان کی اپنی مذہبی، اخلاقی اور روحانی برتری تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایک واجب الاطاعت امام کے ہاتھ پر ان کا شیرازہ مجتمع تھا۔ پھر مرور زمانہ کے ساتھ جوں جوں وہ اپنی ان خصوصیات کو ترک کرتے گئے ان میں اندرونی اور بیرونی زوال شروع ہو گیا۔ اندرونی زوال اس طرح کہ آئندہ نسلیں عدم تربیت کی وجہ سے بے عمل اور عیاش ہو گئیں اور بیرونی زوال اس طرح کہ آپس کی رنجشوں، تفرقہ بازیوں اور انتشار کے سبب ظاہری طاقت کمزور ہو گئی۔ جس کا دوسری اقوام نے کافی فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں خلافت بنی امیہ اور خلافت بنی عباس کا دور اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں اقتدار و حکمرانی کی ہوس ایسی شدت اختیار کر گئی کہ بے دریغ مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ یزید کے حکم کے ماتحت بارہ ہزار کے لشکر نے مدینہ اور مکہ پر چڑہائی کر کے وہ کشت و خون کیا کہ الامان والحفیظ۔ اور یہ کس قدر عبرتناک حقیقت ہے کہ جس قصر حکومت میں یزید کے عامل ابن زیاد کے سامنے حضرت امام حسینؓ کا سر پیش کیا گیا اسی قصر میں ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے پیش کیا گیا اور پھر جب مختار کو عبداللہ بن زبیرؓ کے لشکر نے شکست دی تو اس کا سر بھی اسی قصر میں مصعب بن زبیرؓ کے حضور پیش کیا گیا۔ اور جب مصعب بن زبیر، عبدالملک کے مقابلے میں آکر مارے گئے تو ان کا سر بھی اسی قصر میں عبدالملک کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور بنو امیہ کے بعد جب بنو عباس برسر اقتدار آئے تو انہوں نے بنو امیہ کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا۔

ان خانہ جنگیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ خلفاء کا وقار جاتا رہا۔ ان کا تعلق مسلمانوں سے صرف اس قدر رہ گیا جیسے رعایا کا دنیوی بادشاہوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ خلافتوں میں جمہوریت کی روح نہیں رہی۔ خلفاء مسلمانوں کے مشوروں سے بے نیاز ہو کر آزاد بادشاہوں کی طرح مطلق العنان زندگی بسر کرنے لگے۔ اور مجلس شوریٰ ختم ہو گئی جس کی وجہ سے ظلم و استبداد کے لازمی نقائص ان میں پیدا ہو گئے۔ بیت المال کو قوم کی امانت کی بجائے خلافت کی طرح ذاتی جائداد سمجھا جانے لگا۔ وہ سادگی جو خلفاء راشدین کا طرہ امتیاز تھی اس کی بجائے ان کے دربار دارا اور کیخسرو کے درباروں کا نمونہ بن گئے۔ عیش و عشرت، شراب نوشی اور شکار و تفریح میں انہماک پیدا ہو گیا۔ شرعی احکام کی پابندی جو خلافت راشدہ کا جزو لاینفک تھی وہ ایک کھیل بن کر رہ گئی۔ عدل و انصاف صرف کتابوں کی زینت رہ گیا۔ مسلمان حکمران اسلام کے مقابلہ میں اپنے ذاتی فوائد کو ترجیح دینے لگے۔ چنانچہ یہ تاریخ کا المیہ ہے کہ بغداد کے عباسی خلیفہ ہارون نے سپین کے بنی امیہ فرمانرواؤں کو نقصان پہنچانے کے لئے مشرقی رومی حکومت سے جو بازنطینی کہلاتی تھی صلح کی اور سپین کے مسلمان بادشاہوں نے بغدادی حکومت کے خلاف مدد لینے کے لئے پاپائے روم کو تحائف بھیجے اور اس سے صلح کی۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں باہمی فساد، عداوت، رقابت اور بغض کے جذبات وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ اور بجائے اس کے کہ اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے غیر ممالک کی طرف ان کی توجہ ہوتی وہ باہمی چپقلش میں الجھ کر رہ گئے۔ وہ اخوت و برادری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے مسلمانوں میں رائج و راسخ کر دی تھی وہ اڑ گئی۔ فطرت انسانی کے مطابق احکام شریعت میں جو لچک رکھی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اختلافات کا باعث بنا لیا گیا اور مختلف مکاتب فکر پیدا ہوئے اور ہر مکتب فکر دوسرے کے خلاف صف آرا ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں کفر سازی کا بازار گرم ہوتا گیا۔ غیر اقوام کو اسلام میں داخل کرنے کی بجائے مسلمانوں ہی کو اسلام سے خارج کرنا علماء کا محبوب مشغلہ بن گیا۔ اس مشغلے نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور امت مسلمہ کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جارہی ہے اور انتشار و تفرقہ بڑھتا چلا جارہا ہے۔

ایک طرف مسلمانوں کا یہ اختلاف و افتراق اور دوسری طرف غیر مذاہب کے اسلام پر شدید حملے جن کا مقابلہ کرنے کی مسلمانوں میں سکت نہ رہی تھی اور یہ دور مسلمانوں کے لئے انتہائی نازک اور مصائب و مشکلات کی آماجگاہ بن گیا جسے دیکھ کر مسلمانوں پر یاسیت اور قنوطیت طاری ہو گئی۔ مسلمانوں کی بے عملی اور اسلامی تعلیمات سے بیگانگی اور غیر مذاہب کی طرف سے لگاتار اسلام پر اعتراضات کی یورش نے ان میں احساس کمتری پیدا کر دیا۔ ان حالات میں مسلمانوں کا افلاس اور اقتصادی پستی بھی اسلام کے لئے سخت مضر ثابت ہو رہی تھی۔ ان سب باتوں نے مسلمانوں کی شمع امید کو بجھا رکھا تھا۔ اور انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب اسلام کا خاتمہ ہونے کو ہے۔ بلکہ مولانا الطاف حسین حالی نے تو اسلام کا مرثیہ بھی لکھ دیا تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی حرف بحرف مسلمانوں پر صادق آرہی تھی کہ:۔

«يُوشِكُ اَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهُ وَلَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهُ. مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى. عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ.» (مشكوة، كتاب العلم، الفصل الثالث)

یعنی عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا (یعنی عمل ختم ہو جائے گا) اس زمانہ میں لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین ہوں گے۔ ان میں سے فتنے پھوٹیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے۔ (یعنی تمام خرابیوں کی جڑ اور سرچشمہ وہی ہونگے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی میں مسلمانوں کی موجودہ حالت زار اور اس کے اسباب کی پوری پوری عکاسی کر دی گئی ہے جس کا اقرار خود مسلمان علماء، دانشوروں اور شعراء کو بھی ہے چنانچہ مولانا الطاف حسین حالی نے فرمایا۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

پھر بڑے درد کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کرتے ہیں۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقراء ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن بالکل اٹھ چکا ہے۔ فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر واللہ دل سے اسے معمولی اور بہت معمولی اور بے کار کتاب جانتے ہیں۔"

(اخبار اہل حدیث ۱۴ جون ۱۹۱۲ء)

نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی لکھتے ہیں:۔

"اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں"۔

(اقتراب الساعۃ ـ ۱۳)

شاعر مشرق علامہ اقبال نے مسلمانوں کی موجودہ حالت زار کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اس طرح ہے۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آزر ہیں
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے
شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ مسلمان بھی ہو؟

(بانگ درا)

سید ابو الاعلیٰ مودودی مسلمان عوام اور مسلمان قوم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے۔ اس لئے یہ مسلمان ہیں۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم)

یہ تو تھی مسلمان قوم کی حالت۔ لیکن مرکز اسلام کی کیا حالت ہے وہ بھی سن لیجئے۔ مولوی مودودی صاحب نے ہی روزنامہ جنگ کراچی ۲ اپریل ۱۹۷۶ء میں حج کا عالمگیر اجتماع کے موضوع پر ایک مضمون لکھا تھا۔ اس میں بیان کرتے ہیں:۔

"وہ سرزمین جہاں کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے جس میں وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے نہ اسلامی اخلاق ہیں نہ اسلامی زندگی ہے ..... وہی پرانی مہنت گری جو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے بعد جاہلیت کے زمانہ میں کعبہ پر مسلط ہو گئی تھی اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ختم کیا تھا اب پھر تازہ ہو گئی ہے۔ حرم کعبہ کے منتظم پھر اسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گئے ہیں"۔

(بحوالہ الفضل ۱۵ مئی ۱۹۷۶ء ـ ۴)

اب ذرا مملکت خداداد پاکستان کی حالت بھی سن لیجئے جہاں سچے اور حقیقی مسلمان احمدیوں کو تو غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر ملاں خوشی سے پھولے نہیں سما رہے اور خود "سرکاری مسلمانوں" کا یہ حال ہے کہ مولانا عبدالستار ایدھی نے گزشتہ سال لاہور میں ایک تقریب ایوارڈ کو خطاب کرتے ہوئے بڑے درد کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا۔

"ہمارے ہاں کرپشن بہت بڑھ گئی ہے۔ ہم اسلام کا نام تو لیتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے۔ خدا کی خدائی کو ٹھکرا کر اور اس کی ہدایت کو بھول کر انسانوں کے حقوق کا خون کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دوزخ میں انسانی حقوق کی حفاظت ہوتی ہے لیکن پاکستان میں کسی کے انسانی حقوق محفوظ نہیں"۔

(روزنامہ ہند سماچار جالندھر، ۲۲ جنوری ۱۹۹۲ء ـ ۳)

کتنے تعجب کی بات ہے کہ اسلام کے نام پر قائم کی گئی مملکت خداداد میں کرپشن کا بول بالا ہے اور انسانی حقوق محفوظ نہیں۔ احمدی مسلمان جو اسلام پر عمل کرنے والے، اسلام کا درد رکھنے والے، اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنے والے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور غلام ہیں وہ تو غیر مسلم قرار پائے کیونکہ اسلام پر عمل کرنے سے ملاؤں کے دل مجروح اور جذبات مشتعل ہوتے ہیں اور باقی جو رہ گئے "سرکاری مسلمان" ان کے بارے میں مولوی مودودی صاحب ان الفاظ میں اظہار خیال فرماتے ہیں:۔

"بازاروں میں جائیے "مسلمان رنڈیاں" آپ کو کوٹھوں پر بیٹھی نظر آئیں گی اور "مسلمان زانی" گشت لگاتے ملیں گے۔ جیل خانوں کا معائنہ کیجئے "مسلمان چوروں، مسلمان ڈاکوؤں اور مسلمان بدمعاشوں" سے آپ کا تعارف ہوگا۔ دفتروں اور عدالتوں کے چکر لگائیے رشوت خوری، جھوٹی شہادت، جعل، فریب، ظلم اور ہر قسم کے اخلاقی جرائم کے ساتھ آپ لفظ مسلمان کا جوڑ لگا ہوا پائیں گے۔ سوسائٹی میں پھرئیے۔ کہیں آپ کی ملاقات "مسلمان شرابیوں" سے ہوگی اور کہیں آپ کو مسلمان قمار باز ملیں گے کہیں مسلمان سازندوں اور مسلمان گویوں اور مسلمان بھانڈوں سے آپ دوچار ہوں گے۔ بھلا غور تو کیجئے یہ لفظ مسلمان کتنا ذلیل کر دیا گیا ہے اور کن کن صفات کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ مسلمان اور زانی، مسلمان اور شرابی، مسلمان اور قمارباز، مسلمان اور رشوت خور۔ اگر وہ سب کچھ جو ایک کافر کر سکتا ہے وہی ایک مسلمان بھی کرنے لگے تو پھر مسلمان کے وجود کی دنیا میں حاجت ہی کیا ہے"۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش

اب بتلائیے کہ پاکستان میں اسلام کا کیا رہ گیا ہے؟ آج دنیا کی نظروں میں پاکستان کی جو حالت ہے اس کے متعلق روزنامہ جنگ لندن کے کالم نگار جناب عبدالقادر حسن اپنے ایک کالم میں بعنوان "ہم پاکستانی" میں رقمطراز ہیں:۔

"ہم پاکستانی بارہ کروڑ ہیں یا اس سے ایک دو کروڑ زیادہ، ہم سب کی بے عزتی و رسوائی کی انتہا ہو رہی ہے۔ کوئی ہمیں دہشت گرد قرار دینے کی دھمکی دیتا ہے تو کوئی ہمیں منشیات کا عالمگیر سمگلر ہونے کا الزام دیتا ہے۔ گویا ہمیں اتنا معمولی، اتنا کمزور اور اس قدر فضول اور بے سود سمجھا جا رہا ہے کہ ہمیں کچھ بھی کہہ دینے میں کسی کو ذرا بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی۔ جیسے ہم دنیا کی طاقتور قوموں کے کمی کمین ہیں۔ نہ ہماری کوئی عزت ہے نہ غیرت اور نہ کوئی قدر و قیمت..... سینے پر ہاتھ رکھ کر کہئے کہ اس وقت ہماری جو حالت ہے اس میں اگر طاقتور قوموں کا ہم پر غلبہ نہیں اترتا تو کیا اس میں ان کا کوئی قصور ہے۔ کیا ہم زمانے کے لئے ایک تماشا اور عبرت نہیں بن گئے!۔"

(روزنامہ جنگ لندن ۹ اپریل ۱۹۹۳ء)

ذلت و رسوائی کا یہ حال صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا المیہ ہے کہ وہ مغربی اقوام کا کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ فلسطین کا مسئلہ، ایران و عراق کی آٹھ سالہ طویل جنگ، عراق کا کویت پر حملہ اور اس کے امریکہ اور اتحادی افواج کا عراق کو تباہ کرنا اور مسلمان ممالک کا تماشہ دیکھنا، صومالیہ اور بوزنیا کے مظلوم مسلمانوں کی دردناک حالت اور عالم اسلام کی بے بسی۔ غرض حالت یہ ہو گئی ہے کہ۔

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

یہ سب واقعات اتفاقی یا حادثاتی نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص کے مطابق ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ جس سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ اس زمانے کے مسلمان اپنے آپ کو مسلمان سمجھنے اور دنیا بھر میں مسلمان کہلانے کے باوجود خدا کی نگاہ میں مومن نہیں رہے۔ اگر وہ واقعی مومن ہوتے تو بے بسی و بے چارگی اور ذلت و رسوائی کی انتہا ان کا مقدر نہ بنتی۔ اور ان کے حق میں خدا تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہوتا کہ

﴿.. وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُم مُؤْمِنِينَ *﴾ (آل عمران: ۱۴۰)

یعنی اگر تم مومن ہوتے تو ضرور غالب آتے۔ پس یہ حالت مسلمان مفکرین کو دعوت فکر دیتی ہے کہ حق اور ایمان کی تلاش کریں۔

جب ہم مسلمانوں کے اس تنزل اور ادبار کے اسباب و عوامل پر غور کرتے ہیں تو ہمیں آقائے نامدار حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حدیث میں ہی اس کی راہنمائی ملتی ہے کہ تمام خرابیوں کی جڑ مولوی ہوں گے۔ جیسے فرمایا کہ

«عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيمِ السَّمَاءِ»

کہ ان نام نہاد اور بگڑے ہوئے مسلمانوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مولویوں کو "شرالناس" نہیں فرمایا کہ لوگوں میں سے شریر ترین لوگ ہونگے بلکہ فرمایا کہ دنیا کی جس قدر مخلوق ہے اور جس کی طرف جس قدر بھی شر منسوب کیا جا سکتا ہے ان سب سے بڑھ کر یہ لوگ شریر ہونگے۔ اگرچہ وہ لوگ میری امت کی طرف منسوب ہو رہے ہونگے لیکن فرمایا "علمائهم" ہونگے یہ، ان لوگوں کے علماء۔ میرے ساتھ ان کا کوئی روحانی تعلق نہیں ہوگا۔ اور ان کے شریر ترین ہونے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ وہی ہر قسم کے فساد اور فتنہ کے سرچشمہ ہونگے۔

پھر ایک اور موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں:۔

«تَكُونُ فِي اُمّتِى فَزعَةٌ فَيَصِيرُ النَّاسُ اِلٰى عُلَمَائِهِمْ فَاِذَا هُمْ قِرَدَةٌ وَخَنَازِير.» (كنز العمال جلد ۷ ص ۱۹۰)

میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں جھگڑے ہوں گے، لڑائیاں ہوں گی، اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔ لوگ اس فتنہ و فساد کے حل کے لئے اپنے علماء کی طرف رجوع کریں گے۔ جب وہ اپنے علماء کے پاس راہنمائی کی امید سے جائیں گے تو وہ انہیں بندروں اور سوروں کی طرح پائیں گے۔ یعنی وہ علماء نہیں بلکہ بندر اور سور ہیں۔

ہمارے مخالف علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپؑ نے مسلمانوں اور ان کے مولویوں کو گالیاں دی ہیں جبکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے مخالفین کی بدکلامی اور دل آزاری کو بڑے حوصلہ اور صبر سے برداشت کرتے رہے اور ان کی دشنام طرازی کو یہ کہہ کر نظرانداز فرماتے رہے کہ۔

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
آخر کنند دعویٰ حب پیمبرم

اے دل تو ان مخالف لوگوں کا لحاظ رکھ کہ آخر وہ میرے پیغمبرؐ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

لیکن جب مخالفین کی بدکلامی اور گالی گلوچ انتہا کو پہنچ گئی تو قرآن مجید کی اجازت کے مطابق کہ مظلوم آدمی سخت کلامی کا جواب سخت کلامی سے دے سکتا ہے۔ آپ نے ان کو صرف ان کی سخت کلامی اور دشنام دہی کا احساس دلانے کے لئے سخت الفاظ میں مخاطب فرمایا۔ تعجب ہے کہ ملاؤں کو اپنی گالیاں تو نظر نہیں آتیں اور الٹا الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر لگاتے ہیں۔ ہمارے مخالفین ذرا اس حدیث کے ان الفاظ پر تو غور کریں اور پھر اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ یہ الفاظ سرور کائنات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ نام کے مسلمانوں کے علماء ایسے ہوں گے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"علم باقی نہیں رہے گا۔ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے۔ ان سے دین کی باتیں پوچھیں گے اور وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے۔ خود گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(مشکوٰۃ: کتاب العلم)

اردو کا مشہور محاورہ ہے کہ نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملاں خطرہ ایمان۔ یہ تلخ حقیقت پاکستان کے سابق صدر جنرل ضیاء الحق کے ایک بیان سے ہمارے سامنے آتی ہے جو اخبار جنگ لاہور مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا کہ پاکستان میں تقریباً ۵۰ ہزار امام مسجد ہیں جن میں سے ۳۶ ہزار امام تعلیم یافتہ ہیں اور گیارہ ہزار کورے ان پڑھ ہیں۔

بھلا بتائیے کیا یہ نیم تعلیم یافتہ اور کورے ان پڑھ ملاں دین کی راہبری کے قابل ہو سکتے ہیں؟۔

قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

پھر ایسے ملاؤں کے فتووں کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ ان کی اپنی حالت کیا ہے اور ان کی راہبری کے کیا نتائج نکلتے ہیں اس بارہ میں اخبار "زمیندار" لاہور ۱۴ اگست ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

"مسلمانان ہند کی شامت اعمال نے مدتہائے مدید سے جھوٹے پیروں اور جاہل مولویوں اور ریاکار زاہدوں کی صورت اختیار کر رکھی ہے۔ جنہیں نہ خدا کا خوف ہے نہ رسولؐ کا پاس، نہ شرع کی شرم نہ عرف کا لحاظ۔ ذی اثر و با اقتدار طبقہ جس نے اپنے دامن تزویر میں

DISTRIBUTORS OF
PITTA BREAD
PLAIN AND FRUIT
YOGURT
MANGOES
SEASONAL FRUIT
AND
VEGETABLES

ZAHID KHAN
081 949 1044

IMMEDIATE
DELIVERY
ANYWHERE IN
LONDON

لاکھوں انسانوں کو پھنسا رکھا ہے، اسلام کے نام پر ایسی ایسی گھناؤنی حرکتوں کا مرتکب ہوتا ہے کہ ابلیس لعین کی پیشانی بھی عرق انفعال سے تر ہو ہو جاتی ہے۔"

پھر اسی اخبار نے قریباً چودہ سال بعد گھر کے بھیدی کے طور پر ۱۵ اپریل ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"میرا شمار خود مولویوں کی جماعت میں ہے اس لئے میں ان کی حقیقت سے خوب واقف ہوں۔ میں پوری جرات سے مسلمانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ان ملاؤں کو ایک منٹ بھر بھی مہلت نہ دیں۔ اور اپنی سیاست اور اپنے دین دونوں دائروں میں سے ایک لخت خارج کر دیں۔ کیونکہ نہ وہ سیاست سے واقف ہیں نہ ہی مذہب کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ وہ صرف فریب اور دجل کے ماہر ہیں اور اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں۔ وہ راہبر نہیں راہزن ہیں۔"

جب ایسے ملاؤں کے پیچھے مسلمان چلیں گے تو اس کا نتیجہ سوائے تباہی و بربادی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟۔ مگر افسوس ہے مسلمانوں کو اب تک ہوش نہیں آ رہا اور وہ اپنی سادہ لوحی کے باعث ان ملاؤں کے جال میں الجھ کر اپنی دنیا اور آخرت دونوں خراب کر رہے ہیں۔ جب حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فتنہ و فساد پھیلانے کی وجہ سے زمین کی بدترین مخلوق قرار دیا ہے تو پھر ان کی پیروی سے خیر و برکت، اتحاد ملت، غلبہ سطوت، وحدت فکر و نظر اور عالمگیر فتح کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟

دراصل مسلمانوں کا تنزل و ادبار اور ان کے علماء کی حالت زار نتیجہ ہے اس بات کا کہ انہوں نے قرآن مجید سے بے اعتنائی اختیار کر کے اس پر عمل ترک کر دیا ہے۔ ان کی عبادتیں روحانی اثرات سے عاری ہو کر صرف ایک رسم اور عادت بن گئیں اور پھر اخلاق فاضلہ جو کسی زمانے میں مسلمان کا ورثہ سمجھے جاتے تھے اب مسلمانوں سے اس قدر دور ہیں جس قدر مشرق سے مغرب۔ اور سب سے بڑی وجہ اس تنزل و پستی کی یہ ہے کہ ان کا کوئی واجب الاطاعت امام نہیں رہا جس کے ہاتھ پر وہ اکٹھے ہو کر جماعت کہلائیں۔ اس لئے وہ ان برکات سے محروم ہو گئے جو خلافت راشدہ سے وابستہ تھیں۔ ایسے تفرقہ و انتشار کے زمانہ کے لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کے لئے یہی علاج تجویز فرمایا کہ:۔

«تَلزَمُ جَمَاعَةَ المُسلمِينَ وَاِمَامَهُم قُلتُ فَاِن لَم يَكُن لَهُم جَمَاعَةٌ وَلاَ اِمَامٌ. قَالَ فاعتَزِل تِلكَ الفِرَقَ كُلَّهَا وَلَو اَن تَعَضَّ بِاَصلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدرِكَكَ المَوتُ وَاَنتَ عَلٰى ذٰلِكَ.» (بخاری کتاب الفتن. باب کیف الامر اِذا لم تکن جماعة)

یعنی جب مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہو جائیں گے تو اس وقت ایک فرقہ ایسا ہو گا جو جماعت کہلائے گا۔ ان کا واجب الاطاعت امام ہو گا اس جماعت کو لازم پکڑنا اور ان کے ساتھ شامل ہو جانا۔ اور جن کا کوئی امام اور جماعت نہیں وہ پراگندہ لوگ ہوں گے ان تمام فرقوں کو چھوڑ کر جنگل میں نکل جانا خواہ وہاں تجھے بھوکا رہ کر مرتے دم تک درخت کی جڑیں چبانا پڑیں وہیں رہنا یہ تیرے حق میں بہتر ہو گا بہ نسبت اس کے کہ ان پراگندہ فرقوں سے تیرا تعلق ہو۔

اسی طرح آنحضور ؐ نے مسلمانوں کو یہ خوشخبری بھی دی تھی کہ ایسے ہی دور میں مسیح موعود اور امام مہدی کا ظہور ہو گا۔ وہ حکم و عدل بن کر تمہارے اندرونی و بیرونی اختلافات کا فیصلہ کریں گے۔ اور اگر مسلمان اس قدر بگڑ گئے ہوں گے کہ ایمان ثریا پر بھی چلا گیا ہو گا تو ایک فارسی الاصل شخص اس کو دوبارہ وہاں سے واپس لے آئے گا۔ اور مسلمانوں کو تنبیہہ فرمائی کہ:۔

«فَاِذَا رَاَيتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَو حَبوًا عَلَى الثَّلجِ فَاِنَّهُ خَلِيفَةُ اللّٰهِ المَهدِيُّ.»

یعنی اے مسلمانو! جب تمہیں اس امام مہدی کے ظہور کا علم ہو جائے تو فوراً اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں گھٹنوں کے بل چل کر برف پر سے گزرنا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہو گا۔

پس اسلام کا وہ زندہ خدا جس نے شریعت اسلامیہ کو نازل فرمایا تھا ہرگز یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ خیر الرسل ؐ کی خیر امت کو بے یار و مددگار دنیا کے رحم و کرم پر چھوڑ دے بلکہ ایسے نازک دور میں جب دلوں سے بے اختیار یہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ ؎

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ
دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار!

عین ضرورت کے وقت اس نے خیر امت کی بروقت دستگیری فرمائی اور اپنے وعدوں اور حضرت قدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کے مطابق اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے قادیان کی مقدس بستی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ لسلام کو مسیح محمدی ؑ اور امام مہدی بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے اعلان فرمایا ؎

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا!

اور فرمایا:۔

"مجھے خدا کی پاک وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔ یہ جو میرا نام مسیح اور مہدی رکھا گیا ہے ان دونوں ناموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشرف فرمایا اور پھر خدا نے اپنے بلا واسطہ مکالمہ سے یہی میرا نام رکھا اور پھر زمانے کی حالت موجودہ نے تقاضا کیا کہ یہی میرا نام ہو۔"

آپ کے اس اعلان پر بجائے اس کے کہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم روحانی فرزند اور فتح نصیب جرنیل کی مدد کرتے قدم قدم پر اس کے لئے مشکلات پیدا کیں۔ کفر کے فتوے لگائے۔ واجب القتل قرار دیا۔ آپ پر جھوٹے مقدمات چلائے گئے اور آپ کے خلاف ہر اوچھا حربہ آزمایا لیکن آپ کے پایہ ثبات میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ اسلام اور غم ملت کی خاطر آپ نے ہر دکھ، سختی اور ظلم برداشت کیا۔ اور اپنی تمام زندگی خدمت و اشاعت اسلام اور دیگر ادیان پر غلبہ اسلام ثابت کرنے میں وقف کر دی۔ اور ایک طرف تو آپ نے اسلام کی حقانیت، قرآن مجید کی فضیلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے عقلی اور نقلی، الزامی اور تحقیقی جوابات دئے اور اس تعلق میں ۸۰ سے زائد کتابیں تصنیف کیں جو آپ کے تبلیغی کارناموں اور جدید علم کلام کا زندہ ثبوت ہیں۔ تو دوسری طرف دلائل و براہین اور مشاہدات و معجزات کے انبار لگا دئے اور اس پیش گوئی کے مطابق امت محمدیہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوت کا قیام عمل میں آیا۔ یہ وہ عظیم نعمت ہے جس کے لئے مسلمان صدیوں سے ترس رہے ہیں۔ ہاں! یہ وہی نعمت ہے جو امت کی شیرازہ بندی اور ملت واحدہ کی ضامن ہے اور یہ نعمت کسی بھی دوسرے مسلمان فرقے کو نصیب نہیں۔ جبکہ عام مسلمان اس کے قیام کی بڑی حسرت سے تمنا کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے کہا ؎

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اور لاہور کے اخبار "تنظیم اہل حدیث" نے اپنے پرچہ کی اشاعت ۱۲ ستمبر ۱۹۶۹ء میں لکھا:۔

"اگر زندگی کے ان آخری لمحات میں ایک دفعہ بھی خلافت علیٰ منہاج نبوت کا نظارہ نصیب ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ ملت اسلامیہ کی بگڑی سنور جائے۔ اور روٹھا ہوا خدا پھر سے من جائے اور بھنور میں گھری ہوئی ملت اسلامیہ کی یہ ناؤ شاید کسی طرح اس کے نرغہ سے نکل کر ساحل عافیت سے ہمکنار ہو جائے"۔

حضرات! کتنی عجیب بات ہے کہ خدا کی قائم کردہ خلافت سے آنکھیں موند کر یہ لوگ حسرت سے آہیں بھر رہے ہیں۔ ان کی قسمت میں سوائے محرومی اور ناکامی کے اور کچھ نہیں ہے۔ مسلمانوں نے مختلف زمانوں سے خلافت کو زندہ کرنے کی کوششیں کیں۔ بلکہ بعض حکمرانوں کو اپنی طاقت اور اثر و رسوخ سے یہ غلط فہمی بھی پیدا ہو گئی تھی کہ اگر ہم امیر المومنین اور خلیفہ المسلمین کہلانے لگ جائیں تو سارے عالم اسلام کو ہم اپنی مٹھی میں کر لیں گے۔ اور اس مقصد کے لئے بزعم خود انہوں نے جدوجہد بھی کی۔ سعودی عرب کے شاہ فیصل اور پاکستان کے جنرل ضیاء الحق کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نہایت تحدی سے فرمایا ہے کہ:۔

سارا عالم اسلام مل کر زور لگا لے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے وہ نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ خلافت کا تعلق خدا کی پسند سے ہے اور خدا کی پسند اس شخص پر خود انگلی رکھتی ہے جسے وہ صاحب تقویٰ سمجھتا ہے۔ اس کے بعد پھر وہ متقیوں کا ایک گروہ اپنے گرد پیدا کرتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ اپریل ۱۹۹۳ء)

موجودہ پر آشوب حالات میں مسلمانوں کی مختلف خود ساختہ انجمنیں اور جمعیتیں مختلف ناموں سے امت مسلمہ سے اتحاد کی اپیلیں کر رہی ہیں اور سو سال سے ایسی اپیلیں ہو رہی ہیں۔ لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ آخر مسلمان دانشور کب یہ بات سمجھیں گے کہ یہ خود ساختہ انجمنوں اور قائدین کے بس کا روگ نہیں ہے۔ زمانہ شاہد ہے کہ احیائے اسلام اور مسلمانوں کو امت واحدہ بنانے کا کام دنیاوی سکیموں سے ہرگز نہیں ہو گا۔ Panislamism کی تحریک ہو یا اسلامی خلافت کو زندہ کرنے کی تجویز۔ مسلمانوں کی سیاسی اور قومی تنظیم ہو یا مغربی طرز کے لیڈروں کی کوئی لیگ۔ دنیاوی عالموں کی کوئی جمعیت ہو یا جسمانی بادشاہوں کا کوئی میثاق۔ سب اس مقصد میں ناکام ہو چکے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک روحانی نظام ہے اس کا احیاء اسی نہج اور طریق پر ہو سکتا ہے جس طریق پر آغاز اسلام میں ہوا تھا اور جو طریق حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا ؎

وہی دیرینہ بیماری وہی نا محکمی دل کی
علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

عبدالماجد دریا آبادی نے فرمایا تھا:۔

امت کی موجودہ بے عملی اور مشرکانہ جاہل رسموں میں گرفتاری بالکل مسلم ہے یہ عام مشاہدہ کی چیزیں ہیں۔ لیکن اس سے نجات دلانا کس کے بس کی بات ہے؟ کایاپلٹ کے لئے تو پیغمبرانہ عزم و عزیمت کی ضرورت ہے"۔

(صدق جدید لکھنؤ ۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

چنانچہ وہی پیغمبرانہ عزم و عزیمت لے کر امت کی کایا پلٹنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں۔ پس آج اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ ان کی موجودہ حالت زار سے نجات ملے۔ ان کے مصائب و مشکلات دور ہوں۔ ان کے مسائل کا صحیح حل ہو اور ان کے اختلافات اور فرقہ بندیاں ختم ہو کر وہ پھر سے امت واحدہ بن جائیں تو اس کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ اس مسیح اور مہدی کو قبول کر لیں جس کی بشارت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ جو تمہاری حیات نو اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے خدا کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے قائم شدہ خلافت علیٰ منہاج نبوت سے وابستہ ہو جائیں کہ اسی میں امت مسلمہ کی زبوں حالی کا علاج اور

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

اتحاد مضمر ہے۔

سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھیں کہ آپ کی وحدت خلافت سے وابستہ ہے اور امت واحدہ بنانے کا کام خلافت احمدیہ کے سپرد ہے اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ میں خدا کی قسم کھا کر اس مسجد میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلام امت واحدہ بنانے کا کام خدا تعالیٰ نے اس دور میں خلافت احمدیہ کے سپرد کر دیا ہے۔ جو اس سے تعلق کاٹے گا وہ امت واحدہ سے اپنا تعلق کاٹ لے گا۔ اس کی کوئی کوشش خواہ نیکی کے نام پر ہی ہو کبھی بھی کامیاب نہیں ہوگی۔ "

(خطبہ جمعہ فرمودہ ١٦ جولائی ١٩٩٣ء)

پس اے امت واحدہ بننے کے خواہاں مسلمان بھائیو! اگر واقعی آپ کے دلوں میں امت مسلمہ کے لئے درد، اسلام کے لئے غیرت اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبت ہے تو آؤ! جرات سے اپنا قدم بڑھاؤ اور خلافت احمدیہ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔ ورنہ تماری ہر کوشش ناکام ہوگی۔ ہر منصوبہ بے کار ہو گا اور ہر تحریک بے ثمر ہوگی اور تمہارے مقدر میں حسرت وناکامی کی موت کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔ وہ ملاں جو آج کل جماعت احمدیہ کے خلاف ہر ملک میں ریشہ دوانیاں اور سازشیں کر رہے ہیں انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ:۔

"یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو۔ تم اس کو نابود نہیں کر سکتے اس کا ہمیشہ بول بالا ہے۔ اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور اس سلسلہ کو بے قدری سے نہ دیکھو جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کے لئے پیدا ہوا۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا۔ اور ایسا مفتری جلد ہلاک ہو جاتا .... اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظر ثانی کرو۔ کم از کم یہ تو سوچو کہ شائد غلطی ہو گئی ہو اور شائد یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو۔ "

(اربعین نمبر ٤ صہ ٢٧)

اسی طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اے نادانو! اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا؟ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو! میری روح ہلاک ہونے والی نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ..... دشمن ذلیل ہونگے اور حاسد شرمندہ، اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔

(انوار الاسلام صہ ٢١)

اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری عاجزانہ اور دردمندانہ دعا ہے کہ

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ.

اے اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح فرما۔ آمین

[redacted]

بقیہ "تاریخ احمدیت" از صفحہ ١٠

جانا برسات میں دشوار تھا جس کا نمونہ اب تک موجود ہے کہ حضرت اقدسؑ کے مکان کے ملحق مرزا غلام قادر صاحب کا مکان ہے۔ حضرت اقدس جس مکان میں جلوہ فروز تھے وہ ایک چھوٹا سا حجرہ تھا اور اب بھی ہے اس میں دس پندرہ آدمیوں کے سوا زیادہ نہیں آسکتے تھے۔ اس حجرہ کا نام بیت الفکر ہے۔ اس حجرے کے آگے ایک دالان تھا اور نیچے کے مکان میں بھی ایک دالان تھا اور ایک دو مکان اور مختصر سے تھے اور ایک طرف کی عمارت خام تھی اور ایک گول کمرہ تھا جس کو تیار کرایا جاتا تھا۔ یعنی کچھ حصہ اس کا بن چکا تھا اور کچھ بن رہا تھا اور مسجد مبارک بھی اس وقت ناتمام تھی۔ معمار مزدور لگ رہے تھے اور اب تو اس مکان میں بہت سے مکان بعمارت پختہ عالیشان بن گئے ہیں۔ آپ کے ہاں لوگوں کی آمد و رفت بہت کم تھی یہاں تک کہ بعض دفعہ دو دو چار چار یا دس دس کوس کے آدمی بھی آپ سے کم واقفیت رکھتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت دو چار نمازی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ اکثر حضرت اقدس نماز پڑھایا کرتے تھے اور کبھی میں ایک ہی مقتدی ہوتا تھا اور آپ امام اور کبھی میں امام اور آپ مقتدی۔ سیر کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی ایک دو آدمی ساتھ ہوتے تھے اور کبھی آپ اکیلے ہی سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دو ہندو اس زمانہ میں آیا کرتے تھے وہ ہندو آپ کے الہامات کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تھے لکھا کرتے تھے اور ہمیشہ آپ کی پیش گوئیوں کی تگ و دو میں لگے رہتے تھے کہ آیا پیش گوئی پوری ہوئی یا نہیں"۔

(الحکم ٣٠ اپریل ١٩٠٢ء صہ ٩)

غرضیکہ اس وقت قادیان ایک ویرانے کا منظر پیش کر رہا تھا جس پر چاروں طرف غار کی سی تاریکی اور خاموشی مسلط تھی اور (١٨٨٠ء) تک خود حضرت اقدس حد درجہ پردہ گمنامی میں تھے۔ اور آپ کا حلقہ احباب نہایت محدود تھا۔ اس زمانہ میں حضرت کی گمنام حالت کا مکمل نقشہ شیعہ بزرگوں کے ان الفاظ میں کھینچا جا سکتا ہے جن میں کہا گیا تھا کہ امام قائم غار سے ظاہر ہو گا۔ آپ ان دنوں سچ مچ صاحب الغار تھے اور چند گنتی کے اصحاب کے سوا جن میں میاں جان محمد صاحبؓ، مرزا دین محمد صاحبؓ، مرزا غلام اللہ صاحب، مرزا اسمٰعیل بیگ صاحبؓ، حافظ حامد علی صاحبؓ، حافظ معین الدین صاحبؓ میاں جمال الدین صاحب سیکھوانیؓ، میاں امام دین صاحب سیکھوانیؓ، میاں خیر الدین صاحب سیکھوانیؓ حافظ نبی بخش صاحبؓ فیض اللہ چک، حافظ نور محمد صاحبؓ فیض اللہ چک، میر ناصر نواب صاحبؓ، میر حامد شاہ صاحبؓ مولانا سید میر حسن صاحبؓ (١٨٤٤ء - ١٩٢٩ء) میر عباس علی صاحب اور مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی (متوفی جنوری ١٩٢٥ء) کا نام قابل ذکر ہے۔ آپ کے نام سے بھی کوئی متعارف نہ تھا۔ ان کے علاوہ آپ کے نیازمندوں میں حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی بھی تھے مگر وہ اب داغ مفارقت دے کر اگلی دنیا میں جا چکے تھے۔

یہ گویا ایک مختصر سا روحانی ہالہ یا دائرہ تھا جو سینتالیس برس میں خدا کے اس مقدس چاند کے ارد گرد قائم ہو سکا۔ ١٨٨٠ء میں آپ کی پہلی تصنیف (براہین احمدیہ) معرض ظہور میں آئی اور آپ کا نام ملک میں گونجنے لگا۔ ١٨٨٢ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ لوگ دور دور سے آئیں گے اور تیری مدد کرنے والے لوگ وہ ہونگے جن کو آسمانی تحریک ہوگی"۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم، طبع اول، صہ ٢٤٠)

چنانچہ فی الواقع اس خدائی خبر کے بعد ملک میں یکایک ایک جنبش پیدا ہوئی اور لوگ آہستہ آہستہ آپ کی زیارت کے لئے قادیان کی طرف کشاں کشاں آنے شروع ہو گئے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت مرتبہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

حدیث نبویؐ

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ

دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے

بقیہ "خطبہ جمعہ" از صفحہ ٩

جارہی ہے اور دہرائی جائے گی۔ وہ ساری برکتیں جو مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا کرنی شروع کی تھیں یہ اسی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ سب اس میں شریک ہیں۔ میں نہیں، آپ سب۔ وہ ساری جماعت جس کو خدا نے آغاز سے لے کر آخر تک کے لئے ان برکتوں کو دیکھنے کے لئے چن لیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے ہم میں سے کتنے ہیں جو کتنی برکتیں دیکھیں گے۔ مگر دعا ہمیں یہی کرنی چاہئے کہ ہم میں سے بھاری تعداد ایسی ہو جو بیاسی (١٩٨٢ء) سے لے کر آخر تک کم از کم ٢٠٠٨ء سال تک زندہ رہ کر اللہ کے فضلوں کے گواہ بنتے رہیں۔ اور یہ وہ مبارک عظیم دور ہے جس میں سے ہم گذر رہے ہیں اس کا شکر کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ ناممکن ہے۔ یہ وہ جادو ہے جو میں کہہ رہا ہوں جس کے نشے میں ہم چل رہے ہیں اور یہی وہ جادو ہے جو حقیقت بن کر دنیا کی تقدیر بدلے گا۔ آپ پر اس جادو کا نشہ طاری ہے تو یاد رکھیں کہ پھر اس سے دنیا میں بھی تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ اس روح کے ساتھ آپ ترقی کی اس راہ پر آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ دشمن تکلیفیں پہنچاتا ہے پہنچاتا رہے فضلوں کی راہ نہیں روک سکتا۔ نہیں روک سکتا۔ نہیں روک سکے گا۔ جو چاہے کر لے۔ لیکن آپ وفا کے ساتھ اس راہ پر قدم رکھتے رہیں۔ اس سے قدم ہٹائیں نہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر آنے والا دن ہمارے لئے اور برکتیں لے کے آئے گا۔ ہر آنے والا ہفتہ ہمارے لئے اور برکتیں لے کے آئے گا۔ ہر آنے والا مہینہ ہمارے لئے اور برکتیں آسمان سے انڈیلے گا۔ ہر آنے والا سال برکتوں کے ساتھ ہمارا خیر مقدم کرے گا۔ ہر جانے والا سال برکتیں چھوڑ کر ہمارے لئے جائے گا۔ یہ عظیم دور ہے جس میں سے ہم گذر رہے ہیں۔ پس خدا کے شکر کے گیت گاتے ہوئے اس کی حمد و ثناء کرتے ہوئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے چلے جاؤ، کوئی نہیں جو تمہاری راہ روک سکے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا:

(وہ جو باہر کے ملکوں میں اس وقت جمعہ کا خطبہ سن رہے ہیں ان کی اطلاع کے لئے میں بتاتا ہوں کہ وہ جو جشن کے عالمی پروگرام ہیں ان کی کچھ جھلکیاں انشاء اللہ جمعے کے بعد بھی دکھائی جائیں گی اس لئے ٹیلی ویژن فوراً بند کر کے رخصت نہ ہو جائیں۔)

بقیہ "تقویٰ کی باریک راہیں" از صفحہ ٤

ہیں۔ یہ خدا کے نیک نہیں بلکہ دنیا کے نیک ہیں۔

تیسری قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جو واقعی دین کے لئے آئے اور نیک اور صالح ارادے رکھتے تھے مگر روپیہ دیکھا، دنیا کے زرق برق سامانوں اور جاہ و تنعم کے مزے چکھے اور آخر کار پھسل گئے۔

چوتھے اور قابل ستائش اور قابل تقلید وہ سعید لوگ ہیں جو خدا کے لئے نیک بنے پھر انہوں نے خدا سے ہی مدد مانگی اور خدا تعالیٰ نے بھی محض اپنے فضل سے ان کی دستگیری کی۔ اور ان کو نہ چھوڑا جب تک کہ وہ اس دنیا سے گزر نہیں گئے۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی دوستی کو لازم پکڑنا چاہئے اور ایسا بننے کے لئے جتنی فرصت بھی ملے حضرت خلیفة المسیح علیہما السلام کی صحبت اور قرب میں آکر رہنا چاہئے تاکہ زندہ خدا کے نشانات سے کچھ حصہ ملے، ایمان مضبوط ہو، تاریکیوں کے پردے پھٹ جائیں، تقویٰ کی باریک راہیں سوجھنے لگیں اور انسان کا خاتمہ اس کے مالک کی مرضی کے مطابق ہو۔ آمین۔

M.A. AMINI TEXTILES
SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS
PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET,
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469
81/ 83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

قادیان (بھارت) میں جماعت احمدیہ کا سالانہ اجتماع

ڈش انٹینا کے ذریعے قرآن کا پیغام

جب درویشوں کی بستی میں ۔ ۔ دنیا بھر کے درویش اکٹھے ہوئے

بابا گرونانک کے جانشین ۔ ۔ بابا بیدی سنگھ بھی شریک اجتماع تھے

(آنکھوں دیکھا حال ...... جناب حنیف احمد محمود کی زبانی)

اب ماریشس بھی ان ممالک کی فہرست میں شامل ہو گیا ہے جہاں سے امام جماعت احمدیہ کے کلمات براہ راست ساری دنیا میں نشر ہوئے۔ قادیان (بھارت) کے عالمی جلسہ سالانہ کے لئے آپ کا خطاب بھی اسی سرزمین میں سے دنیا بھر میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔

۱۹۴۷ء کے پر آشوب زمانہ میں مشرقی پنجاب کے اکثر اضلاع، اسلامی آبادی سے خالی ہو گئے اور مسلمانوں کی مشہور گدیاں ناپید ہو گئیں۔ اس وقت قادیان کی بستی اور اس بستی کے باسی جنہیں "درویش" کا نام دیا گیا۔ دین حق کی نمائندگی اور کلمۃ اللہ کے اعلاء کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر یہاں جمے رہے۔ قادیان کے قریب مسانیاں میں سید پیرودی کی مشہور گدی تھی۔ اسی طرح بٹالہ میں سید بدر محی الدین صاحب کا مشہور مرکز تھا۔ ضلع گورداسپور میں پٹھانکوٹ کے قریب جناب مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی کا مشہور سنٹر تھا۔ جالندھر میں پیر امام ناصر کی یادگار تھی۔ نیز رتر چھتر کے مشہور پیروں کا مقدس مرکز بھی ضلع گورداسپور میں تھا لیکن جب عناد و دشمنی کا طوفان اٹھا تو ان انجمنوں، مزاروں اور گدیوں کے متولی حالات کا مقابلہ نہ کر سکے اور نہ اپنے تئیں ایمان کی قربان گاہ پر نچھاور کر سکے اور یہ سب مراکز بغیر کسی نگرانی اور دیکھ بھال کے متروک ہو گئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قادیان کے باسیوں کو صحیح رنگ میں دینی قربانی پیش کرنے کا موقع دیا اور حوادث کی آندھیاں ان کے پاؤں نہ اکھاڑ سکیں۔
وہ بے بس اور بے کس درویش جو اس وقت سوا تین سو کی تعداد میں تھے اپنے مرکز کے مرکزی حصے میں قائم رہے۔ ان بے بس درویشوں کے جذبات کیا تھے؟ ایک درویش بھائی کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

بیٹھے رہیں گے کوچہ جاناں میں اے جنوں
سودائے عشق، چاک گریباں لئے ہوئے
ہم ہیں اسیر پنجہ آفات عارضی
اک عمر لازوال کا ساماں لئے ہوئے
ہم جانتے ہیں موج تلاطم سے کھیلنا
سینے میں ایک شوق کا طوفاں لئے ہوئے
اے ہم سفر، بلندی مقصد پہ رکھ نظر
اک دائمی حرارت ایماں لئے ہوئے

ادھر قادیان سے باہر کے دوستوں کے جذبات کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت ثاقب زیروی کے یہ اشعار کیسے بھلائے جا سکتے ہیں۔ آپ نے قادیان (دیار احمد) کے درویشوں سے دعا کی التجا کرتے ہوئے فرمایا۔

ہماری تقدیر میں فراق اور تمہیں وصال حبیب حاصل
کہاں کوئی خوش نصیب ایسا جسے ہو ایسا نصیب حاصل
یہ التجا، بس شبوں کی درد آفریں فضاؤں میں یاد رکھنا
دیار احمد میں رہنے والو، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

جس جلسہ سالانہ قادیان (دسمبر ۱۹۹۳ء) کا ذکر اس وقت مقصود ہے۔ اس کی داغ بیل بانی سلسلہ احمدیہ نے قریباً سو سال پیشتر ۱۸۹۱ء میں رکھی تھی۔ جلسہ کی اغراض میں سے ایک بڑی غرض مخلصین کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرنا تھا تاکہ ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ یہ جلسہ ۲۴ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۹۳ء تین دن جاری رہا۔ جلسہ کے مطبوعہ پروگرام میں منتظمین کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ ایام جلسہ میں دعاؤں کے تمام مواقع سے خواہ وہ تہجد ہو، پنجوقتہ نمازیں ہوں، افتتاحی دعا ہو یا اختتامی دعا ہو سب مواقع سے روحانی فائدہ اٹھایا جائے اور دوران جلسہ بھی تسبیح و تحمید، درود و استغفار سے غافل نہ رہا جائے۔ پاک زبان استعمال کی جائے۔ رشتہ محبت و تعارف ترقی پذیر ہو۔ ماحول میں پاکیزگی اور صفائی کا خیال رکھا جائے اور سیاسی گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔

پروگرام کے مطابق باجماعت نماز تہجد کا وقت صبح پانچ بجے نماز فجر ساڑھے چھ بجے اور ازاں بعد درس، نماز ظہر و عصر جمع ۱۵۔ ۲ بجے۔ نماز مغرب و عشاء جمع ۴۵۔ ۵ بجے۔ مقرر تھا اور انہی اوقات کی پابندی کی گئی۔

جلسہ میں ۲۴ ممالک کے ۱۳ ہزار نمائندوں نے شرکت کی جن میں پاکستان، انڈونیشیا، جرمنی، لندن، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، بنگلہ دیش، ناروے اور سابقہ روس کی کئی ایک ریاستوں اور بعض عرب ممالک کے نمائندے شامل تھے۔

صوبہ پنجاب (بھارت) کے کئی ایک اہم ممبرز آف پارلیمنٹ نے بھی جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ جن میں سردار پرتاپ سنگھ ایم ایل اے ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ جلسہ میں حضرت بابا گورونانک کے گدی نشین بابا بیدی سنگھ نے بھی شرکت فرمائی۔

۲۴ دسمبر کو جلسہ سالانہ کا آغاز حسب پروگرام تلاوت قرآن کریم اور ترجمہ سے ہوا۔ ناظر صاحب خدمت درویشاں نے "لوائے احمدیت" لہرایا جو تینوں دن ہوا میں لہراتا رہا۔

پہلے دن مولانا محمد عمر صاحب فاضل مبلغ انچارج کیرالہ نے توحید باری تعالیٰ اور مذاہب عالم پر ایک پرمغز تقریر فرمائی۔ ازاں بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظم اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ کی ایمان افروز تقریر سیرت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تھی۔ فاضل مقررین کی تقریریں غیر مسلموں میں خاصی دلچسپی سے سنی گئی۔

تقاریر کے بعد جلسہ گاہ میں ہی ۳۰۔ ۱ سے ۳۰۔ ۲ تک جمعہ کی نماز ادا کی گئی۔ دوسرا اجلاس تلاوت قرآن کریم و مع ترجمہ کے ۳۰۔ ۲ بجے شروع ہوا۔ اس نشست میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا ماریشس سے براہ راست خطبہ جمعہ (بذریعہ سیٹلائٹ) ٹیلی کاسٹ ہوا۔

دوسرے دن (۲۵ دسمبر بروز ہفتہ) تلاوت و نظم کے بعد دو اہم تقاریر ہوئیں۔ پہلی تقریر مکرم ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد (انڈیا) کی تھی۔ موضوع تھا "حضرت امام مہدی کی صداقت کے دو عظیم نشان، چاند اور سورج گرہن"۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں یہ موضوع خصوصیت سے اس سال کے لحاظ سے بڑا اہم ہے۔ اس لئے کہ سیدنا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ پیش گوئی کے ظہور کو ایک سو سال بیت رہے ہیں۔ آج سے سو سال قبل ۱۸۹۴ء میں رمضان المبارک کے مہینہ میں پیش گوئی کے مطابق مقررہ تاریخوں میں چاند اور سورج کو گرہن لگا تھا۔ سنن دارقطنی کی حدیث ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"ہمارے مہدی کے لئے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں۔ یہ نشان کسی اور مامور من اللہ کے حق میں ظاہر نہیں ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی موعود کے زمانہ میں چاند کو (اس کی مقررہ راتوں میں سے) اول رات کو .... اور .... سورج کو (اس کے مقرر کردہ دنوں میں سے) درمیان میں گرہن لگے گا"۔

فاضل مقرر نے حاضرین کو بتایا کہ نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے عین مطابق ۱۸۹۴ء میں رمضان کی تیرہ تاریخ کو چاند کو اور اٹھائیس تاریخ کو سورج کو گرہن لگا اور جناب مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ اس وقت مدعی مہدویت موجود تھے۔ مقرر علوم فلکیات کے ماہرین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے علوم فلکیات کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ ان تاریخوں میں اس سے قبل کبھی گرہن نہیں لگا۔

اس روز کی دوسری اہم تقریر مورخ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہد کی تھی۔ عنوان تھا "واقفین نو اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں" ...... ایمان افروز واقعات کی چاشنی کے ساتھ مولانا موصوف کے مسحور کن انداز خطاب نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا۔ یہاں اس امر کا ذکر دلچسپی کا موجب ہو گا کہ "واقفین نو" سے جماعت احمدیہ میں کیا مراد لی جاتی ہے۔ امام جماعت احمدیہ مرزا طاہر احمد صاحب کے خطاب کا درج ذیل پیرا اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"آیئے! ہم چھوٹے چھوٹے بچے خدا کے حضور تحفہ کے طور پر پیش کریں ..... میں نے سوچا کہ ساری جماعت (احمدیہ) کو میں اس بات پر آمادہ کروں کہ جہاں ہم "دعوت الی اللہ" کے ذریعہ روحانی اولاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں ہم اپنے آئندہ ... پیدا ہونے والے بچوں کو خدا کی راہ میں ابھی سے وقف کر دیں اور یہ دعا مانگیں کہ اے خدا! ہمیں بیٹا دے لیکن اگر تیرے نزدیک ہمارے ہاں بیٹی ہونا ہی مقدر ہے تو ہماری بیٹی ہی تیرے حضور پیش ہے۔ مائیں یہ دعا کریں "مافی بطنی" جو کچھ ہمارے بطن میں ہے اسے قبول فرما۔ والد ابراہیمی دعائیں کریں کہ اے خدا! تو ہمارے بچوں کو اپنے لئے چن لے۔ ان کو اپنے لئے خاص کر لے۔ وہ تیرے ہو کر رہ جائیں۔

یہ تحریک میں اس لئے کر رہا ہوں کہ آئندہ صدی میں "واقفین بچوں" کی ایک عظیم الشان فوج ساری دنیا سے آزاد ہو رہی ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی غلام بن کر اگلی صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ ہم چھوٹے چھوٹے بچے خدا کے حضور تحفہ کے طور پر پیش کر رہے ہوں۔

(بحوالہ احمدی جنتری ۱۹۹۱ء ۔ ۳۱)

اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ اب تک ۱۵ ہزار واقفین نو بچے عطا کر چکا ہے۔

(بحوالہ خطاب امام جماعت احمدیہ ماریشس ۳۱ دسمبر ۱۹۹۳ء)

۲۵ دسمبر کے دوسرے اجلاس میں "بدرسوم کے خلاف جہاد" اور "مالی قربانیوں میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار" پر ایمان افروز تقاریر ہوئیں۔

۲۶ دسمبر کو جلسہ میں سکھ حاضرین کے لئے ایک تقریر خصوصی اہمیت کی حامل تھی۔ عنوان تھا "حضرت بابا نانک جی، حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نظر میں" مقرر تھے کلکتہ دارالتبلیغ کے انچارج مولانا حمید الدین صاحب شمس۔ دوسری تقریر بمبئی مشن کے انچارج مولان برہان احمد صاحب ظفر کی تھی۔ موضوع تھا "جماعت احمدیہ اور خدمت انسانیت"۔

۲۶ دسمبر کے اختتامی اجلاس سے حضرت امام جماعت احمدیہ نے بذریعہ سیٹلائیٹ ماریشس سے خطاب فرمایا جو ۳۰۔ ۳ سے ۱۵۔ ۵ تک جاری رہا۔

اگلے روز ۲۷ دسمبر کو صبح دس بجے سے شام ۵ بجے تک مجلس مشاورت بھارت کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس

AL FAZL INTERNATIONAL WEEKLY-LONDON ISSN: 1352 9587 TELEPHONE NO. 081-870 8517 FAX NO. 081-870 1095

میں غیر مسلموں کو کلمہ طیبہ کے ٹھنڈے سائے تلے لانے کے سلسلہ میں بعض اہم تدابیر زیر غور آئیں اور متفرق انتظامی امور کے متعلق بعض فیصلے کئے گئے۔

امام جماعت احمدیہ کا خطاب

حضرت امام جماعت احمدیہ نے قادیان کے جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۹۳ء کے لئے چار مواصلاتی سیاروں کے باہمی رابطے کے ذریعہ جو دنیا بھر میں براہ راست ٹیلی کاسٹ اور ریڈیو کے ۲۵ میٹر بینڈ پر نشر کیا گیا، میں فرمایا آج یہ بھی ہماری خوش بختی ہے کہ ہم قادیان کے سالانہ جلسہ میں سیٹلائیٹ کے ذریعہ شرکت کر رہے ہیں۔ گو میں اس وقت ماریشس میں ہوں لیکن درحقیقت آج ہم سب قادیان کے جلسے میں شرکت کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمام دنیا کے احمدی شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک جو دنیا کے مختلف ممالک میں بیٹھے ہوئے ہیں ایک ہاتھ پر جمع ہو گئے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے قادیان کے بارے میں فرمایا تھا کہ خدا نے اس ویرانے کو مجمع الدیار بنا دیا ہے۔ آج سیٹلائیٹ کے ذریعے عالمی ٹرانسمیشن نے ایک بار پھر ہمیں یہ نظارہ دکھا دیا ہے کہ دنیا بھر کے انسانوں کو قادیان کے جلسے میں جمع کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں اہل قادیان کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ (بنت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ۔ ناقل) کے الفاظ میں مخاطب کرتا ہوں کہ ۔

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے الدار کی نگہبانی
اسی کی حفظ، اسی کی اماں میں رہتے ہو
فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اس سے دور ہیں، تم اس مکاں میں رہتے ہو

آپ نے فرمایا..... قادیان میں رہنا اعزاز ہے۔ اس اعزاز کے ساتھ بہت سی تکالیف آپ نے دیکھیں، غربت کی ماریں بھی آپ نے سہیں لیکن وفاداری کا اظہار کیا۔ لیکن اس مقدس بستی کی آخر دم تک حفاظت کی۔ یہ آپ حفاظت نہیں کر رہے۔ خدا کے فرشتے حفاظت کر رہے ہیں۔ آپ کو سعادت ملی ہے کہ اس حفاظت میں شامل ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بستی کی عزت و توقیر، اینٹ پتھروں کے مکانوں سے نہیں ہے۔ اس کی اصل دولت تو وہ تقویٰ ہے جس نے ان گلیوں میں نشوونما پائی ہے۔ یہی آثار ہیں جن کی تمنا میں لوگ یہاں پہنچے ہیں۔ آپ نے اس تقویٰ کی حفاظت کرنی ہے۔ خدا کے فرشتے اس بستی کی نگرانی اور حفاظت میں مستعد ہیں۔ آپ اہل قادیان نے جس چیز کی حفاظت کرنی ہے وہ تقویٰ ہے۔

آپ نے فرمایا.. اگر تقویٰ نہ رہے تو اس کائنات کو باقی رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس بستی میں جو آثار چھوڑے اس کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔ آج کے خطاب کے لئے میں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے رفقاء جن کی وجہ سے یہ بستی روشن تھی کا ذکر چنا ہے کہ وہ کیسے تھے؟ وہ کیا تھے؟۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کس طرح کے لوگ اپنی قوت قدسیہ سے پیدا فرمائے۔ جنہوں نے اپنی امنگیں، خدا تعالیٰ کے حضور قربان کر دیں۔ قادیان کے لوگوں کو ایسے رفقاء کے نمونہ کو زندہ رکھنا ہے اور اہل قادیان کے حوالے سے تمام احمدیہ جماعت کو ان نمونوں کو زندہ رکھنا چاہئے۔ آپ نے پھر بعض رفقاء کی سیرت و سوانح پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا انہی رفقاء میں ایک بزرگ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب تھے۔ جن کی تلاوت سن کر یوں لگتا تھا کہ عرش سے خدا زمین پر اتر آیا ہے۔ لوگ ایسے بزرگوں سے دعائیں کرواتے۔ دعائیں کرنے کے سلیقے سیکھتے اور دعاؤں کو ثمردار ہوتا دیکھتے۔ یہ لوگ اللہ کی محبت میں تراشے ہوئے موتی تھے جو بے حد خوبصورت بن کر چمکے۔ یہ اطاعت شعار قادیان کے وہ روشن نشان تھے جن سے قادیان کی بستی جگمگا رہی تھی۔

آپ نے بتایا کہ ۱۹۱۳ء میں ایک صحافی مسٹر اسلم قادیان آئے۔ انہوں نے قادیان کے دورے کے بعد لکھا کہ میں نے یہاں پر ہر کسی کو توحید کے نشے میں سرشار پایا۔ تلاوت کلام پاک کا ذکر کرتے ہوئے مذکورہ صحافی نے لکھا کہ صبح کی نماز کے بعد تمام احمدیوں کو بلا تمیز بوڑھے، بچے جوان لیمپ کی روشنی میں کلام پاک کی تلاوت کرتے دیکھا۔ بورڈنگ ہاؤس میں سینکڑوں بچوں کا کلام پاک کی اجتماعی تلاوت کرنا میری زندگی کا ناقابل فراموش واقعہ ہے۔ احمدی تاجر بھی صبح کے وقت اپنی دوکانوں پر تلاوت کر رہے ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ آج جلسہ کے اختتام پر کچھ لوگ تو فوری واپس چلے جائیں گے۔ مگر بڑی تعداد میں لوگ ابھی موجود ہونگے۔ کل صبح جو رہ جائیں ان سے میں کہتا ہوں کہ صبح کی نماز کے بعد تلاوت کے ان نظاروں کو ایک بار پھر روشن کر دیں حتیٰ کہ قادیان کی گلی گلی تلاوت سے روشن ہو جائے۔

آپ نے جماعت کی تنظیم کے بارے میں اخبار "تنظیم" کے ایڈیٹر مولوی عبدالحمید قریشی کا تبصرہ بیان فرمایا۔ جنہوں نے لکھا تھا کہ ہندوستانی عیسائیوں کی جماعت، قادیان کی جماعت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ آپ نے فرمایا قریشی صاحب کا یہ تبصرہ دراصل کم علمی کا تبصرہ ہے۔ آج جرمنی اور برطانیہ کے لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جس طرح جماعت احمدیہ کے لوگ کام کرتے ہیں یہ ہم سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ بغیر دباؤ کے محض طوعی طور پر جس طرح کا یہ نظام چل رہا ہے اس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

اس ضمن میں آپ نے قادیان کی خواتین کی حسن کارکردگی کو خاص طور پر سراہا اور فرمایا کہ بعض کاموں میں یہ مردوں سے بھی آگے نکل گئی ہیں۔ جاہل ہیں وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ پردے سے عورت کی آزادی سلب ہوتی ہے۔ ان کو پتہ ہی نہیں کہ آزادی ہوتی کیا ہے۔ احمدی خواتین کو ظالم مردوں کی حرص و ہوا سے آزادی ملی ہے اور یہ وہ قید ہے جس میں آج دنیا بھر کی عورتیں قید ہیں۔ انگلستان کی احمدی بچیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ پاکستان کی طرز کے برقعے اوڑھ کر یونیورسٹیوں میں جہاں کہیں دین محمدیؐ پر اعتراض ہوتا ہے وہ شیروں کی طرح پروفیسروں سے ٹکرا جاتی ہیں اور کوئی ان کو "بیک ورڈ" نہیں کہتا۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ احمدیت اب اس دور میں داخل ہو چکی ہے جہاں اللہ کے انوار آسمان سے نازل ہو رہے ہیں اور مزید انوار آسمانوں سے نازل ہونے کا زمانہ آ گیا ہے۔ ان ہواؤں کے رخ پر آگے بڑھتے جائیں۔ اس کے بعد آپ نے اجتماعی دعا کرائی جس میں دنیا بھر کے لاکھوں احمدی احباب نے سیٹلائیٹ کی وساطت سے شرکت کی۔

(مہارت کے لئے یہ خلاصہ شیخ عبدالماجد نے تیار کیا)

(بشکریہ ہفت روزہ مہارت لاہور، جلد ۴ شمارہ ۲، ۲۸ جنوری تا ۳ فروری ۱۹۹۴ء صہ ۲۲ تا ۲۵)

ہفت روزہ مہارت نے اس مضمون کے ساتھ جلسہ سالانہ قادیان اور قادیان کے فضائی مناظر کے نظاروں پر مشتمل پانچ تصاویر بھی شائع کی ہیں۔

(ادارہ)

اعلان

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ۱۷ اپریل ۹۴ء کو جلنکھم میں احمدیہ ہاکی ٹورنامنٹ منعقد ہو رہا ہے جس میں جماعت احمدیہ یو کے کی مختلف ٹیمیں اپنے کھیل کا مظاہرہ کریں گی۔

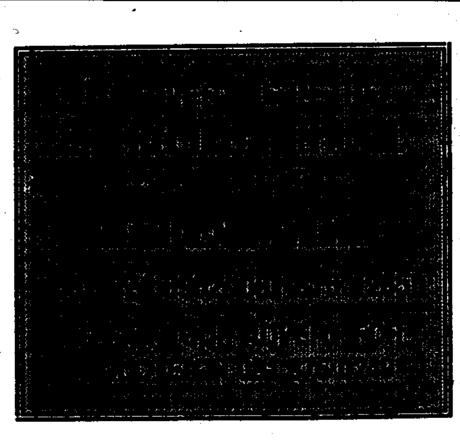

فیہ شفاء للناس

شہد

نیوزی لینڈ کی یونیورسٹی آف وائیکوٹو کے تازہ لیبارٹری تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ شہد کے پانچ فیصد محلول سے معدہ اور انتڑی کے السر کا علاج ہو سکتا ہے۔ اس سے معدہ کے جراثیم ایچ۔ پائی لورائی (H:Pylori) جو معدہ کی بیماریوں کا باعث ہیں، مرجاتے ہیں۔ (جرنل آف دی رائل سوسائٹی آف میڈیسن جنوری ۹۴)

ہیمرسمتھ ہسپتال لندن کے ڈاکٹر جاہن کالام جو انتڑیوں کی بیماریوں کے ماہر ہیں۔ انہوں نے بھی شہد کی جراثیم کش خاصیت کی تائید کی ہے۔

(مرسلہ: ڈاکٹر رشید احمد یوسفی۔ کیمبرلے)

کیا ہفتہ وار "الفضل انٹرنیشنل" لندن آپ کو باقاعدہ مل رہا ہے؟ اور کیا آپ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو آج ہی حسب ذیل پتہ پر رابطہ کرکے اسے اپنے نام لگوالیں

اخبار کا سالانہ چندہ
برائے برطانیہ = ۲۵ پاؤنڈ
برائے یورپ = ۲۷ پاؤنڈ
برائے امریکہ، کینیڈا
و دیگر ممالک = ۳۶ پاؤنڈ
رابطہ کے لئے پتہ:

16 Gressenhall Rd.,
London SW18 5QL,
U.K.

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.